لجنہ اماءاللہ

زینب

ناروے

جولائی اگست ستمبر

۲۰۱۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

سہ ماہی «زینب»

لجنہ اماء اللہ ناروے کی علمی تعلیمی و تربیتی سرگرمیوں کا ترجمان

«سرپرستِ اعلیٰ»

امیر جماعت احمدیہ ناروے مکرم زرتشت منیر احمد خان صاحب

«زیرنگرانی»

صدر لجنہ اماء اللہ ناروے مکرمہ سیّدہ بشریٰ خالد صاحبہ

مجلسِ ادارت

مدیرہ حصّہ اُردو کتابت، تقسیم و اشاعت محترمہ منصورہ نصیر صاحبہ

مدیرہ حصّہ نارویجن: محترمہ مہرین شاہد صاحبہ

نائبہ مدیرہ حصّہ نارویجن: عزیزہ عندلیب انور

پرنٹنگ: محترمہ شمسہ خالد صاحبہ

پروف ریڈنگ: محترمہ طاہرہ زرتشت صاحبہ

محترمہ سعیدہ نعیم

محترمہ لبنیٰ غزالہ صاحبہ

محترمہ طیبہ رضوان صاحبہ

محترمہ عطیہ رفعت صاحبہ

شائع کردہ: شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ

Søren Bulls veien 1

1051 Oslo

Tlf: +47 22322746

FAX : + 47 22320211

فہرست مضامین

القرآن الکریم	2
کلام الامام	3
اداریہ	4
خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 25 جون 2015ء	5
سیرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ	7
سیرت صاحبزادہ حضرت مرزا منصور احمد صاحبؒ	10
سیرت سیّدہ حضرت اُمِّ طاہر صاحبہؓ	13
اردو صفحہ	17
سیرت حضرت مرزا مظفر احمد صاحبؒ	18
سیرت حضرت حسین بی بی صاحبہؓ	21
دعائیہ اعلانات	24
نظم	25
سیرت ڈاکٹر عبدالسّلام مرحوم (پہلا نوبل انعام یافتہ مسلمان سائنسدان)	26
سیرت حضرت چوہدری سر محمد ظفراللہ خان صاحبؓ	30
صحت کارنر	36
پکوان	37
حضورِ انور کے ساتھ واقفاتِ نو سوال و جواب	38
مضمون نویسی کے قواعد و ضوابط	39
ناصرات کا صفحہ (شمسہ خالد اور مدیحہ محمود)	40

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿٦٤﴾

64۔اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں ’’سلام‘‘۔

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ﴿٦٥﴾

65۔اور وہ لوگ جو اپنے ربّ کے لئے راتیں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے گزارتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٦﴾

66۔اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے ربّ! ہم سے جہنم کا عذاب ٹال دے۔یقیناً اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے۔

اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿٦٧﴾

67۔یقیناً وہ عارضی ٹھکانے کے طور پر بھی بہت بُری ہے اور مستقل ٹھکانے کے طور پر بھی۔

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٨﴾

68۔اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو اِسراف نہیں کرتے اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ اس کے درمیان اعتدال ہوتا ہے۔

(یہ ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع حضرت مرزا طاہر احمدؒ کے ترجمہ سے لیا گیا ہے)

حدیث نبوی ﷺ

450۔عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ۔

’’اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَ خَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ۔‘‘

حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جہاں بھی تم ہو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔اگر کوئی بُرا کام کر بیٹھو تو اس کے بعد نیک کام کرنے کی کوشش کرو یہ نیکی اس بدی کو مٹا دے گی اور لوگوں سے خوش اخلاقی اور حسن سلوک سے پیش آؤ۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ:308)

449۔عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

’’اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَآئِهِمْ۔‘‘

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔مومنوں میں سے کامل ترین ایمان والا وہ ہے جو سب سے اچھے اخلاق والا ہے اور تم میں سے بہترین اخلاق ان کے ہیں جو اپنی عورتوں کے حق میں بہترین ہیں اور ان سے بہت اچھا سلوک کرتے ہیں۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ:308)

کلام الامام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہماری جماعت کے لوگوں کو نمونہ بن کر دکھانا چاہیئے۔ اگر کسی کی زندگی بیعت کے بعد بھی اسی طرح کی ناپاک اور گندی زندگی ہے جیسا کہ بیعت سے پہلے تھی اور جو شخص ہماری جماعت میں ہو کر بُرا نمونہ دکھاتا ہے اور عملی یا اعتقادی کمزوری دکھاتا ہے تو وہ ظالم ہے کیونکہ وہ جماعت کو بدنام کرتا ہے اور ہمیں بھی اعتراض کا نشانہ بناتا ہے۔ بُرے نمونے سے اوروں کو نفرت ہوتی ہے اور اچھے نمونہ سے لوگوں کو رغبت پیدا ہوتی ہے۔''

(ملفوظات جلد پنجم ص455)

ایک اور جگہ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''اس نے مجھے متوجہ کیا ہے کہ میں قلمی اسلحہ پہن کر اس سائنس اور علمی ترقی کے میدانِ کارزار میں اور دین کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا کرشمہ بھی دکھلاؤں۔ میں کب اس میدان کے قابل ہو سکتا تھا۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کی بے حد عنایت ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ میرے جیسے عاجز انسان کے ہاتھ سے اس کے دین کی عزت ظاہر ہو۔۔۔۔ درحقیقت یہ خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کہ جہاں نابینا معترض آ کر اٹکا ہے، وہیں حقائق و معارف کا مخفی خزانہ رکھا ہے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ:38)

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''اگر کوئی بیمار ہو جاوے خواہ اس کی بیماری چھوٹی ہو یا بڑی، اگر اس بیماری کے لئے دوا نہ کی جاوے اور علاج کے لئے دُکھ نہ اُٹھایا جاوے، بیمار اچھا نہیں ہو سکتا۔ ایک سیاہ داغ منہ پر نکل کر ایک بڑا فکر پیدا کر دیتا ہے کہ کہیں یہ داغ بڑھتا بڑھتا کُل منہ کو کالا نہ کر دے۔ اسی طرح معصیت کا بھی ایک سیاہ داغ دل پر ہوتا ہے۔ صغائر یعنی چھوٹے گناہ سہل انگاری سے کبائر یعنی بڑے گناہ ہو جاتے ہیں۔ صغائر وہی داغ چھوٹا ہے جو بڑھ کر آخر کار کُل منہ کو سیاہ کر دیتا ہے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 7)

اداریہ

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ہمیں بار بار اپنی عملی اِصلاح کی طرف توجّہ دلاتے رہتے ہیں اور ہم سے توقّع کرتے ہیں کہ ہم اپنی زندگیوں کو پاک اور مُطّہر بنائیں۔ اور تقوٰی سے زندگی بسر کریں اور ہمارے پاکیزہ نمونوں کو دیکھ کر ہماری نسلیں بھی تقوٰی کے ساتھ زندگی بسر کرنے والی ہوں۔

اس شمارے میں ہم نے بعض بزرگ خواتین وحضرات کی سیرت کے واقعات شامل کیے ہیں۔ ہمارے جن بزرگوں نے نیکی اور تقوٰی کے اعلیٰ نمونے قائم کیے ہیں ہمارا فرض ہے کہ ہم اُن سے اِستفادہ کریں اور اپنی روز مرّہ کی زندگی میں اپنی اِصلاح کرتے ہوئے ایسے نمونے قائم کریں کہ ہماری نسلیں ہمارے نمونے دیکھتے ہوئے خُدا تعالیٰ کے احکام کے مُطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں۔ جس طرح ہمارے بزرگوں نے دین و دُنیا میں کامیابیاں حاصل کیں ہماری آئندہ آنے والی نسلیں بھی اُسی طرح دین و دُنیا میں خُدا تعالیٰ کی رضا کے راستوں پر چلنے والی ہوں اور دونوں جہان میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنّتوں کی وارث ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اَحمدی عورتوں کو مُخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''تقوٰی اختیار کرو دُنیا کی زینت سے بہت دِل مت لگاؤ۔ قومی فخر مت کرو، کسی عورت سے ٹھٹّھا مت کرو اور خاوندوں سے وہ تقاضے مت کرو جو اُن کی حیثیت سے باہر ہیں۔''

(کشتی نُوح از روحانی خزائن صفحہ 83)

حضرت مصلح موعودؓ ہمیں اپنے فرائض اور ذمّہ داریوں کی طرف توجّہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''اگر عورتیں اپنی ذمّہ داری نہ سمجھیں تو آئندہ کی نسل کی صحیح تربیّت نہیں ہو سکتی۔ اگر تابعین کی نسل کی صحیح طور پر نگرانی کی جاتی تو یزید کہاں سے پیدا ہوتا۔ یزید اسی وجہ سے پیدا ہوا کہ عورتوں نے کہا کہ ہمارا کام ختم ہو گیا ہے۔ جب انہوں نے توجّہ سے صحیح تربیّت کی تو صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اِسلام اور مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچایا۔ اور جب انہوں نے توجّہ ہٹالی، تو وہ لوگ پیدا ہوئے، جنہوں نے اِسلام اور مُسلمانوں کو بے اِنتہا نقصان پہنچایا۔''

(لجنہ اِماء اللہ کراچی سے خِطاب فرمودہ 17 ستمبر 1950 بمُقام اَحمدیہ ہال کراچی)

خُدا تعالیٰ ہمیں اپنی ذمّہ داریوں کو سمجھنے اور اُنہیں بہترین رنگ میں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری نسلوں سے اَیسے نیک اور پارسا وجود پیدا ہوں جو خُدا کے جَلال کو ظاہر کرنے والے اور ساری دُنیا میں توحید کا جھنڈا گاڑنے والے ہُوں۔ آمین ثم آمین

قارئین ''زینب'' کو بہت بہت عید مبارک ہو۔

خلاصہ خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل، تزکیہ نفس، عاجزی، تکبّر سے بچنے اور حقیقی عبدِ رحمٰن بنتے ہوئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی تلقین

رمضان عبادتوں کے ساتھ معاشرے کے حقوق کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ دلانے کا مہینہ ہے

اپنے معاشرے، اپنے گھروں اور اپنے ماحول میں جھگڑوں اور فساد کو ختم کرنیکی کوشش کرتے ہوئے امن اور سلامتی کو پھیلانا چاہئے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مؤرخہ 26 جون 2015ء کو بیت الفتوح موڈرن لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو کہ مختلف زبانوں میں تراجم کے ساتھ ایم ٹی اے پر براہ راست نشر کیا گیا۔ حضورِ انور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس پیش کیا کہ ہماری جماعت کو قیل و قال پر محدود نہیں ہونا چاہئے یہ اصل مقصد نہیں۔ تزکیہ نفس اور اصلاح ضروری ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کیا ہے۔ ایمان اور اللہ تعالیٰ کی باتوں پر عمل اور اپنے نفس کی اصلاح اور اسے ہمیشہ پاک رکھنا اپنی زندگیوں کا حصہ بنالو۔ حضورِ انور نے فرمایا کہ ایک احمدی کو بیعت کا حق ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام کی طرف نظر رکھنے اور ان پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ رمضان کے اس خاص ماحول میں ہمیں یہ جائزے لینے چاہئیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حکموں کو کس حد تک اپنی زندگیوں کا حصّہ بنا رہے ہیں۔ قرآن کریم کا حکم ہے کہ رحمٰن خدا کے بندے زمین پر نرمی اور وقار سے چلتے ہیں اور تکبّر نہیں کرتے۔ پس ایک حقیقی عبد رحمٰن کو اس بات کا خاص خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ اس میں عاجزی بھی ہو، وقار بھی ہو اور تکبّر سے پاک بھی ہو۔ رمضان کے یہ دن ہمیں اللہ تعالیٰ نے ہماری اصلاح کے لئے مہیا فرمائے ہیں۔ اپنے معاشرے، اپنے گھر، اپنے ماحول میں جھگڑوں اور فسادوں کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے امن اور سلامتی کو پھیلانا چاہئے۔ اس حد تک عاجزی وانکساری اختیار کرو کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ اصل بُنیاد تقویٰ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے فرمایا کہ تکبّر سے بچو کیونکہ تکبّر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکرُوہ ہے۔ کوشش کرو کہ کوئی حصّہ تکبّر کا تم میں نہ ہوتا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تم اہل وعیال سمیت نجات پاؤ۔ جس قدر دنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے تم اس خدا سے کرو اور جس قدر دنیا میں کسی انسان سے ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔ تم پاک دل اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین ہو جاؤ تا تم پر رحم ہو۔

حضُورِ انور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی عادت ہرگز نہیں کہ جو اُس کے حضُور عاجزی سے گر پڑے وہ اسے خائب وخاسر اور ذلّت کی موت دیوے۔ جو اس کی طرف آتا ہے وہ کبھی ضائع نہیں ہوتا، خدا سے سچّا تعلق رکھنے والا کبھی نامُراد نہیں ہوا۔ جو شخص خالص ہو کر خدا تعالیٰ کے حضُور جھک جائے اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی اور ہر ایک مشکل سے خود بخود اس کے لئے راہ نکل آتی ہے۔ خدا تعالیٰ سے جو ذرّہ بھر بھی تعلق رکھتا ہے وہ کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ پس یہ دن جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاک تبدیلیوں کے پیدا کرنے قبولیتِ دُعا کے اللہ تعالیٰ نے ہمیں میسّر فرمائے ہیں ان میں اِس طرف توجّہ دینے کی ضرورت ہے۔ حضورِ انور نے فرمایا کہ رمضان جہاں عبادتوں کی طرف توجہ دلانے کا

مہینہ ہے وہاں معاشرے کے حقوق کی ادائیگی کی طرف بھی توجّہ دلانے کا مہینہ ہے۔اس لئے ان دنوں میں ان حقوق کی ادائیگی بھی ایک مومن کا فرض ہے۔آنحضرتﷺ کے بارے میں ایک روایت میں آتا ہے کہ بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں غریبوں اور مسکینوں کی مدد کے لئے ان دنوں میں خاص طور پر اپنے ہاتھوں کو اس قدر کھولتے تھے کہ آپﷺ کی سخاوت تیز آندھی سے بھی بڑھ جاتی تھی۔فرمایا کہ عبادت جہاں اللہ تعالیٰ کے حق ادا کرنے والی بناتی ہے وہاں ایک حقیقی عابد اور عبدِ رحمٰن کو بندوں کے حقوق کی طرف توجہ دلانے والی ہوتی ہے۔اگر یہ دونوں قسم کے حقوق ادا نہیں ہورہے تو ایسا شخص مومن نہیں بلکہ ان لوگوں میں شامل ہے جو متکبّر اور شیخی بگھارنے والے ہیں۔پس اللہ تعالیٰ ہر عابد سے ان اعلیٰ اَخلاق کی توقّع رکھتا ہے۔اور ان حقوق کی ادائیگی سے ہی عبادتیں مقبول ہوتی ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ ان حقوق میں والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، ہمسائیوں، تعلّق داروں، مسافروں اور زیرِ نگیں لوگوں کے بھی حقوق ہیں۔حضور انور نے ان تمام قسم کے حقوق کی تفصیل اور وضاحت بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اس اہمیت کو جماعت کے اَفراد کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔فرمایا کہ یہ وہ خوبصورت تعلیم ہے جو محبت و پیار کو پھیلاتی اور صلح وآشتی کی بُنیاد ڈالتی اور ماحول میں امن وسلامتی پیدا کرتی ہے۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ ان دنوں میں خود ایسے لوگوں کے قریب آجاتا ہے اور انہیں نوازنا چاہتا ہے جو اس کا بھی اور عبادت کا بھی اور اس کے بندوں کا بھی حق ادا کریں۔حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو باہم ایسے ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔تم ماتحتوں، اپنی بیویوں اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔حضور انور نے آخر پر مکرمہ ہدایت بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم عمر احمد صاحب مرحوم درویش قادیان اور مکرم مولانا محمد احمد ثاقب صاحب واقفِ زندگی، سابق استاد جامعہ احمدیہ کی وفات پر مرحومین کا ذکر خیر فرمایا اور نماز جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔ (روزنامہ الفضل 30 جون 2015ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللّٰہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ھیں:

’’لوگ دنیاوی باتوں میں نقل کرتے ہیں۔۔۔لیکن دین کے معاملے میں نقل اور ویسا بننے کی کوشش کرنا جیسا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اس زمانے میں ہمارے سامنے نمونہ پیش فرمایا ہے، بلکہ ہم میں سے بہت سوں نے اُن (صحابہؓ) کو بھی دیکھا ہوا ہے جنہوں نے قربِ الٰہی کے نمونے قائم کئے۔لیکن ان کی نقل کی ہم کوشش نہیں کرتے جبکہ نقصان کا تو یہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ فائدہ ہی فائدہ ہے اور فائدہ بھی ایسا ہے جس کو کسی پیمانے سے ناپا نہیں جاسکتا۔پس کیا وجہ ہے کہ ہم اس نقل کی کوشش نہیں کرتے جو نیکیوں میں بڑھانے والی چیز کی نقل ہے۔‘‘فرمایا ’’نقل اگر کرنی ہے تو ایسے واقعات سن کر اپنے اُوپر بھی یہ حالت طاری کرنے کے لئے نقل کرنی چاہئے تا کہ خدا تعالیٰ سے قرب کا رشتہ قائم ہو۔‘‘

(روزنامہ الفضل 11 مارچ 2014ء)

سیرت صَاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ رحمھا اللہ تعالیٰ عنھا

ذات جس کی عظمتِ اِسلاف کا پَرتَو لیے   وہ کہ جوتھی گلشنِ اَحمد کا اک شیریں ثمر
ہستیاں ہوتی ہیں کچھ ایسی کہ جب رخصت ہوں وہ   ساتھ ان کے اک مکمل دَور ہے جاتا گزر

عابدہ سلطانہ   مجلس تھونسبرگ

حضرت صاحبزادی سیّدہ ناصرہ بیگم، حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمدؒ، سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی، حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت سیّدہ محمودہ بیگم (اُمِ ناصرؓ) کی صاحبزادی اور پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی والدہ ماجدہ تھیں۔

آپ حضرت مُصلح موعودؓ کی سب سے بڑی بیٹی اور بچوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بعد دوسرے نمبر پر تھیں۔ آپ حضرت سیّدہ محمودہ بیگم صاحبہ جواُمِّ ناصرؓ کے نام سے جانی جاتی ہیں ان کے بطن سے اکتوبر 1911ء میں پیدا ہوئیں۔

آپ کی دُنیاوی اور دینی تعلیم پر اس وقت کے حالات کے مطابق زور دیا گیا۔ آپ نے ایف اے تک تعلیم حاصل کی۔ حضرت مُصلح موعودؓ نے خواتین کی تعلیم وتربیت کے لئے 1929 میں ایک "مدرسۃُ الخواتین" کے نام سے جاری فرمایا۔ پہلے سال سات خواتین نے مولوی فاضل کا امتحان دیا۔ ساری کامیاب ہوئیں ان میں آپ بھی شامل تھیں۔ (ماخوذ از تاریخ لجنہ۔ جلد اوّل صفحہ 169)

آپ کا نکاح مورخہ 2 جولائی 1934ء کو حضرت مُصلح موعودؓ نے حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ابن حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے ساتھ پڑھا اور رخصتانہ 26 اگست 1934ء کو ہوا۔ آپ کے خطبہ نکاح میں حضرت مُصلح موعودؓ نے خُدا تعالیٰ کے حقیقی عبد بننے اور ان کے تقاضوں کو نباہنے پر زور دیا اور فرمایا کہ ''حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی اولاد کا فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی اس طرح بسر کرے کہ گویا وادی غیر ذِی زَرع میں رہتی ہے اور اپنے آپ کو دین کے لئے وقف کرے۔'' (ماخوذ از خطبات محمود (خطبات نکاح) جلد سوم صفحہ 342)

چنانچہ اس مقدّس جوڑے نے بعینہٖ اِسی طرح زندگی گزاری اور ساری عمر خدمتِ دین وانسانیت میں مُنہمک رہے۔ آپ لمبا عرصہ تک بطور صدر لجنہ اماء اللہ ربوہ خدمات بجالاتی رہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے لجنہ ربوہ کی تربیت بہت فعال طریق پر کی۔ آپ عبادت گزار، مہمان نواز، سلیقہ منداور خدمت کرنے والی خاتون تھیں۔ خلافت سے آپ کو بے پناہ عشق اور محبّت تھی۔ آپ نے بچپن سے ہی دینی ماحول اور خلافت کے حِصار میں تربیت حاصل کی اور پرورش پائی۔

آپ نے اپنے ایک انٹرویو میں بتایا تھا کہ آپ نے 12 سال کی عمر میں وصیّت کی۔ کچھ زمین بھی تھی اس کی بھی وصیت دیتی تھیں۔ آپ نے اپنے انٹرویو میں یہ بھی فرمایا وصیت کرنے کا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کی عادت ہوجاتی ہے اور یہ خواہش ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کریں۔ (خاص نمبر مصباح اکتوبر، نومبر 2012ء)

آپ نے حضرت مُصلح موعودؓ کے گھر میں اندازِ تربیّت کے بارے میں قیمتی نصائح فرمائیں کہ نظروں سے نصیحت زبان کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ نظر اُٹھا کر دیکھنا ہمیں اپنی غلطی سے آگاہ کردیتا تھا۔ بچوں کو دینی آداب سکھاتے۔ بڑوں کے اِحترام کی طرف خاص توجہ دلاتے۔ کبھی بڑوں کے سامنے ننگے سر، آستین چڑھا کر نہیں جاتے۔ لڑکیوں کو مغرب کی نماز کے بعد اپنے گھر سے نہیں نکلنے دیتے۔ یعنی اپنی ماؤں کے گھر بھی۔ لڑکوں کی نگرانی

کرتے کہ وہ نماز با جماعت کے لئے گئے یا نہیں۔ پردے کی نگرانی کرتے۔ فرماتی ہیں ابا جان نے مجھے گھوڑے کی سواری، تیراکی اور نشانہ بازی سکھائی۔ آپ بہت زندہ دِل تھیں، خُوش لباس تھیں، جماعت کے کاموں میں مصروف رہتی تھیں لیکن پھر بھی گھر کو ہمیشہ صاف رکھتی تھیں۔ بہت انہماک سے نمازیں پڑھتی تھیں۔ نمازِ تہجّد بڑی باقائدگی سے ادا کرتی تھیں۔ فجر کی نماز کے بعد سونا پسند نہیں فرماتی تھیں۔ اور قرآن پاک کی تلاوت کرتی تھیں۔ بچوں کی تقریب آمین میں خوشی سے شامل ہوتی تھیں اور بچوں کی حوصلہ افزائی فرماتی تھیں۔ خدا سے گہرا تعلق تھا۔ بہت ضبط کی مالک تھیں۔ کبھی کسی تکلیف کو ظاہر نہیں کرتی تھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس اَیّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: ''گزشتہ دنوں میری والدہ کی وفات ہوئی۔ **اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ**۔ مَیں جب بھی اُن کی زندگی پر غور کرتا ہوں، اُن کی عبادت کے معیار مجھے نمونہ نظر آتے ہیں۔ اُن کا قرآن کریم پر غور کرتے ہوئے گھنٹوں پڑھنا مجھے نمونہ نظر آتا ہے۔ اُن کی نمازوں میں اِنہماک اور مغرب کو عشاء سے جوڑنا اور عشاء گھنٹوں لمبی چلنا، وہ میرے سامنے ایک نمونہ ہے۔ میری والدہ وہ تھیں جنہوں نے گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تو نہیں دیکھا لیکن اِبتدائی زمانہ دیکھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیار اور دُعائیں حاصل کیں۔ صحابہ اور صحابیات کا فیض پایا۔ آپ کا اُٹھنا بیٹھنا، بول چال، رکھ رکھاؤ میں ایک وَقار تھا اور وَقار بھی ایسا جو مومن میں نظر آنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ سے لَو لگانے کی ایک تڑپ تھی۔ اس تڑپ کا اظہار آپ نے اپنے شعروں میں بھی کیا ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ ؎

محبّت بھی، رَحمت بھی، بخشش بھی تیری — میں ہر آن تیری رضا چاہتی ہوں
اِطاعت میں اُس کی سبھی کچھ ہی کھوکر — میں مالک کا بس آسرا چاہتی ہوں
میرے خانۂ دل میں بس تو ہی تو ہو — میں رحمت کی تیری رِدا چاہتی ہوں

حضور اَیّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مزید فرماتے ہیں کہ ''خلافت کے بعد میرے ساتھ تعلّق میں ایک اور رنگ ہی آ گیا تھا۔ جب بھی فون پر بات ہوتی تھی تو میں اس کو محسوس کرتا تھا۔ جب دَورے پر جانے سے پہلے فون کرتا تھا، اُن کو میری حالت کا پتہ تھا۔ ماں سے زیادہ تو کوئی نہیں جانتا، میرے انداز کا بھی پتہ تھا کہ بات مختصر کرتا ہوں، تھوڑی کرتا ہوں، کم بولتا ہوں۔ تو ہمیشہ یہی کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری زبان میں تمہاری تقریروں میں برکت ڈالے اور خاص طور پر یہ کہتیں کہ مَیں نفل بھی پڑھ رہی ہوں اور ہر نماز پر کم از کم ایک سجدہ میں دُعا بھی کرتی تھیں۔ لیکن جب 2005ء میں قادیان میں خلافت کے بعد میری پہلی دفعہ ملاقات ہوئی ہے اُن سے تو میرے لئے ایک عجیب صورت حال تھی، ایک عجیب انوکھا تجربہ تھا۔ خلافت سے وہ تعلق جو میں نے اُن کی آنکھوں میں خلفاء کے لئے دیکھا تھا وہ میرے لئے بھی تھا۔ وہ بیٹے کا تعلق نہیں تھا وہ خلافت کا تعلق تھا جس میں عزّت و احترام تھا۔'' (خطبہ جمعہ 5 اگست 2011ء)

''حضرت صاحبزادی صاحبہ مرحومہ کا اوران کی والدہ کا روزنامہ الفضل پر بھی احسان ہے کہ جب حضرت مُصلح موعودؓ نے 1913ء میں الفضل جاری کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت اُمّ ناصرؓ نے ابتدائی سرمایہ کے طور پر اپنا اور حضرت ناصرہ بیگم صاحبہؓ کا زیور پیش کر دیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ 5 اگست 2011ء میں قارئین الفضل کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس پیاری بیٹی میری والدہ کو بھی الفضل پڑھتے ہوئے دُعاؤں میں یاد رکھیں کہ الفضل کے اجراء میں گو بیشک شعور رکھتے ہوئے نہیں لیکن اپنے ماں باپ کے ساتھ آپ نے بھی حصہ لیا، اور یہ اَلفضل جو ہے آج اِنٹرنیشنل اَلفضل کی صورت میں بھی جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرماتا چلا جائے اور اُن کی دُعائیں ہمیشہ ہمیں پہنچتی رہیں۔''

حضرت صاحبزادی صاحبہ کو مضمون نگاری کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ الفضل میں سیرت النبی ﷺ کے عنوان کے تحت آپ کے مضامین شائع ہوتے رہتے تھے۔ 1931ء میں الفضل کے سیرت خاتم النّبیین نمبر میں آپ کا مضمون شائع ہوا۔

1952ء میں سینٹرل کمیٹی لجنہ اماء اللہ ربوہ کے تحت درس القرآن کا سلسلہ شروع کیا گیا تو سب سے پہلا درس حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ نے دیا۔'' (ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل 12 اگست 2012ء)

ایک دفعہ آپ نے بتایا کہ: "لجنہ اماء اللہ کی عہدہ دار کی حیثیت سے کام شادی کے بعد کیا مجھے حلقہ دارالفضل قادیان کی صدر لجنہ منتخب کیا گیا اپنے علم اور استطاعت کے مطابق جتنا کام کرسکتی تھی کیا پھر پارٹیشن ہوگئی۔ لاہور آ کر ماڈل ٹاؤن تقریباً تین چار ماہ بطور صدر کام کیا پھر کراچی چلی گئی وہاں 6 ماہ رہی۔ ماہ رمضان میں 10 روز قرآن مجید کا درس دیا۔ کچھ دنوں کے بعد میں نے حضرت سیّدی ابا جان کو لکھا کہ میرا کراچی دل نہیں لگتا تو انھوں نے مجھے واپس بلالیا۔" (خاص نمبر مصباح اکتوبر، نومبر 2012ء)

جب لجنہ مرکزیہ سے لجنہ ربوہ مقامی علیحدہ کردی گئی تو آپ کو صدر لجنہ مقامی کا عہدہ سونپا گیا۔ آپ کی نظر بہت گہری اور چھوٹی چھوٹی تربیت کی کمزوریوں کی طرف جاتی۔ انداز اایسا مشفقانہ کہ پیار اور محبت میں مزید اضافہ کرجاتا۔ آپ کے نصائح سننے والے کے دل پر نقش ہوجاتے۔ آپ جماعت کے پرانے احمدی خاندانوں کا بہت خیال رکھتیں۔ اور خدا کے فضل سے اس بات کا بھی پورا پورا احساس ہوتا تھا کہ کس کا کس سے بہت زیادہ محبت کا تعلّق ہے۔

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہؒ نے اپنے خاوند حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحبؓ کی وفات کے بعد کا عرصہ بہت صبر اور حوصلے کے ساتھ گزارا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹیوں اور تین بیٹوں سے نوازا۔ حضرت صَاحبزادہ مرزا مَسرور اَحمد صاحب خلیفۃ المسیح الخَامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز آپ کے سب سے چھوٹے بیٹے ہیں۔

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہؒ نے سو سال کی عمر پائی، 29 جولائی 2011ء میں وفات پائی، كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۔ آپ بہت ہی دردمند دل رکھتی تھیں۔ غریبوں، بیواؤں، یتیموں کے لئے نرم گوشہ رکھتی تھیں۔ آپ ایک متقی، خوش اخلاق، فہم وفراست اور مضبوط قوت فیصلہ رکھنے والی خاتون تھیں۔ ہر وقت اِس فکر میں رہتی تھیں کہ دوسروں کی تکلیف کو کیسے دُور کیا جائے۔ آپ کی وفات کی خبر سب کے لئے بہت افسردہ کرنے والی تھی۔

آپ کی ہستی ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوگئی اور ہم ایک بہت ہی بابرکت وجود کی برکتوں، شفقتوں اور رحمتوں سے محروم ہوگئے۔

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہؒ کو اللہ تعالیٰ نے پوری ایک صدی کی زندگی عطا فرمائی۔ ہوش سنبھالتے ہی خلافت کو اپنے اردگرد دیکھا اور اس کے سائے تلے تمام زندگی گزار دی۔ حضرت مُصلح موعودؓ کی جہاں پدرانہ شفقت حاصل رہی وہاں بطور خلیفۃ المسیح آپ نے اپنے والد کی اطاعت کے اعلیٰ معیار قائم فرمائے۔ اور پھر اپنے دو بھائیوں یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خلیفہ بننے کے بعد وہی اِطاعت، محبّت، لگن اور فِدائیت جاری رہی جو خلافت کے عاشق کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ اور جب آپ کے لختِ جگر حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب کو خلیفۃ المسیح کی رِدا پہنائی گئی تو بیٹا ہونے کے باوجود خلافت کی اِطاعت کے تقاضوں میں ذرّہ بھر کمی نہ آئی۔ آپ تاریخِ احمدیت کی وہ خوش قسمت خاتون ہیں جن کے باپ، دو بھائی اور بیٹا خلافت کی مسند پر متمکّن ہوئے۔

صاحبزادی صاحبہ مرحومہ کو اللہ تعالیٰ نے غریبوں، مسکینوں اور ضرورت مندوں کی خدمت کے لئے بہت شفیق دل عطا فرمایا تھا۔ اور غریب پروری اور خدمت کے کاموں میں ہمہ وقت مصروف رہتیں۔

خدا سے دُعا ہے کہ وہ آپ جیسی پیاری ہستی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما کر آپ کے درجات بلند سے بلند کرتا چلا جائے۔ آمین۔

آسماں تیری لحد پر نور اَفشانی کرے ۔۔۔ رَحمتِ حق یاں ہماری بھی نِگہبانی کرے

سیرت حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

عفت باسط مجلس نور

صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب مارچ 1911 میں قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے، حضرت مرزا شریف احمد صاحب اور حضرت بوزینب صاحبہ کے بیٹے تھے۔ اور ہمارے پیارے خلیفہ حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے والد محترم تھے۔

حضرت میاں منصور احمد صاحب کو مختلف حیثیتوں سے اہم جماعتی خدمات کی سعادت حاصل ہوئی۔ خدام الاحمدیہ میں آپ کی خدمات کا آغاز 1940 سے ہوا جب آپ کو نائب صدر بنایا گیا۔ چار سال تک اس عہدہ پر رہے۔ آپ کے سپرد مہتمم صحت جسمانی کی ذمّہ داری بھی رہی۔ 13 سال تک انصار اللہ مرکزیہ کے قائد رہے۔ علاوہ ازیں ناظر زراعت، ناظر ضیافت، صدر انجمن احمدیہ جیسے عہدوں پر قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ ایک طویل عرصہ کے لیے مجلس مُشاورت کی صدارت کا اعزاز بھی آپ کا ایک غیر معمولی اور منفرد اعزاز ہے جو آپ کو حاصل ہوتا رہا۔

اُمیر مَقامی کے عہدہ جلیلہ پر آپ کی تاریخ ساز خدمات کا ایک پہلو تو وہ تھا جو حضرت خلیفۃ المسیح الرّابع ؒ کے لندن جانے سے شروع ہوا لیکن اس سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ؒ کے وقت میں جب بھی حضور ربوہ سے باہر جاتے تو اُمیر مَقامی کی ذمّہ داری اوّل طور پر آپ ہی کے سپرد کرتے۔ مجموعی طور پر 45 بار آپ کو اُمیر مَقامی بنایا گیا۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرّابع ؒ کے لندن تشریف لے جانے کے بعد تو آپ مستقل اُمیر مَقامی ہوگئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ؒ نے آپ کی غیر معمولی صلاحتیں دیکھ کر آپ کو صدر انجمن احمدیہ کے اعلیٰ ترین عہدے پر فائز فرمایا اور ناظر اعلیٰ مقرر فرمایا اور اس کے ساتھ ہی آپ کی دینی خدمات کا ایک غیر معمولی اور تاریخ ساز دَور شروع ہوا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس عہدے پر اپنی وفات تک فائز رہے۔ یہ عہدہ آپ کے پاس ساڑھے 26 سال رہا۔ آپ مَنصبِ خلافت کا گہرا عرفان رکھنے والے، خلیفہ وقت کے عاشق اور فِدائی، نہایت جَری اور بہادر اور بہت صَائبُ الرّائے وجود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا تھا اور گہری فراست بخشی تھی۔

''صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ؓ نے قادیاں کے نہایت پاکیزہ ماحول میں آنکھیں کھولیں۔ حضرت اَمّاں جان کی تربیت اور صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی صُحبت میَسّر آئی جس کی گہری چھاپ آپ کے کردار اور سیرت میں جھلکتی تھی۔ بچپن سے ہی آپ کو شکار کا بہت شوق تھا۔ اس کے علاوہ آپ اچھے اتھلیٹ اور فُٹ بال اور والی بال کے کھلاڑی تھے اور باکسنگ بھی کھیلتے رہے۔ قادیان سپورٹس یونین کلب کا قیام عمل میں آیا تو حضرت میاں منصور احمد صاحب ؓ اس کے صدر تھے۔

میاں صاحب کی طبیعت میں بہت حجاب تھا، نمود و نمائش کی خواہش نہیں تھی۔ آپ بحیثیت اُمیر مَقامی کسی تقریب میں بطور مہمان خصوصی شرکت کرتے تو طبعی حجاب کے باعث تقریر نہ کرتے اَلبتّہ جہاں امام وقت کا حکم ہوتا وہاں تقریر بھی فرماتے۔ آپ باتوں کے نہیں کام کے دُھنی تھے۔

صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ؓ مشقّت پسند اور محنت کے عادی تھے۔ اپنے آقا و مولا کی اِتبّاع میں اپنی چیزوں کی چھوٹی موٹی خرابیاں خود ہی درست کر لیتے۔ آپ نے اپنے بچوں میں بھی محنت، قناعت اور جفاکشی کی عادت پیدا کی۔ ایک دفعہ ذکر فرمایا کہ ''موجودہ دَور میں تو بالعموم نوجوانوں کی عادتیں بگڑ رہی ہیں اور انہیں محنت اور قناعت کی عادت نہیں رہی۔ میں نے تو اپنے بچوں کو ہائی سکول کے زمانے تک عمداً بائیکل اس لیے خرید کر نہیں دی تا کہ جفاکشی کی عادت قائم رہے۔

محنت ومشقت کی یہ عادت وقارِ عمل میں نمایاں نظر آتی بڑے بوجھ اُٹھا کر چلتے۔ خود بیان فرماتے تھے کہ قادیان کے زمانے میں ہم نے

خدام الاحمدیہ کی تنظیم اور نظام کی عظمت و وقار قائم رکھنے کے لیے عزت نفس کی بھی قربانی دی ہے۔ چنانچہ اس وقت کے صدر حضرت مرزا ناصر احمد کی قیادت میں ہم افرادِ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السّلام بطور خاص رضا کارانہ طور پر بعض سزائیں از خود قبول کرتے تھے مثلاً بوجھ اُٹھا کر چلنے کی سزا وغیرہ اور مقصد یہ ہوتا تھا کہ تنظیم کا ایک رُعب اور احترام قائم ہو اور عام نوجوانوں میں بھی اطاعت کی روح قائم ہو۔

حضرت میاں صاحب کو اللہ تعالیٰ نے فیّاضی اور قلبی غنا کی صِفت سے بھی خوب نوازا تھا۔ جس حد تک ممکن ہوتا کسی کی حاجت روائی میں کمی نہ کرتے بس ان تک پہنچنا شرط ہوتی تھی اور یہ بھی چنداں مشکل نہ تھا کیونکہ آپ کے دروازے ہر کس و ناکس کے لیے ہمیشہ کھلے رہتے۔ ایک دفعہ خود بھی یہ اظہار فرمایا کہ میں ملاقات کے لیے پہلے وقت طے کرنے کے تکلّف میں نہیں پڑتا ہر وقت دروازے کھلے ہیں جو چاہے آئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی جماعت کی ترقی اور غلبہ کے بارہ میں پیشگوئیوں پر گہرا غیر متزلزل ایمان تھا۔ مختلف مُلکی اِنقلاب یا سیاسی تبدیلیوں کے موقع پر کبھی گفتگو ہوتی تو بڑے کامل یقین کے ساتھ فرماتے کہ یہ ساری تبدیلیاں دَراصل ہماری خاطر ہی ہیں بلا آخر اللہ تعالیٰ انہیں اِنقلابات کی کوکھ سے ہمارے لیے خیر کے سامان پیدا فرمادے گا۔ ہر چند کہ آپ کم گو اور خاموش طبع تھے مگر جب بولتے تو ایک دَبدَبہ کے ساتھ اور پھر اس پر آپ کی بارُعب شخصیت اور وجاہت بھی۔ جو شخص شروع میں آپ سے ملنے میں جھجک محسوس کرتا قریب ہونے پر بے حد حلیم اور درویش پاتا۔

حافظ مظفر احمد صاحب آپ کے متعلق لکھتے ہیں آپ میں خدا ترسی اور مخلوقِ خدا سے محبّت کا وہ بے سَاختہ اظہار مجھے کبھی نہیں بھولتا جو مخالفینِ احمدیت کے حق میں ایک موقع پر ظاہر ہوا جب ربوہ کے نواح میں مُنعقد ہونے والی مُخالفین کی ایک کانفرنس کے بارے میں اچانک یہ غیر مصدّقہ اطلاع ملی کہ ایک سازش کے تحت جلسہ گاہ میں کوئی بم دھماکہ کر کے ہمارے سر ڈالنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے تو طبعاً فکر دامن گیر ہوئی۔ خاکسار نے بطور صدر خدام الاحمدیہ یہ اطلاع مکرم ناظر صاحب امور عامہ کی خدمت میں عرض کی۔ ہم دونوں کو یہ فکر لاحق تھی کہ اگر یہ سازش کامیاب ہوگئی تو اس کا ردِّعمل جماعت کے حق میں بہت مضر ہوگا۔ چنانچہ جب میاں صاحب کی خدمت میں معاملہ پیش کیا تو آپ نے اپنی فکرمندی کا اظہار کیا۔ آپ نے کمال صبر اور حوصلہ سے فرمایا آئندہ ظاہر ہونے والے ردِّعمل کو چھوڑو یہ سوچو کہ اگر خدانخواستہ یہ حادثہ ہو گیا تو بے گناہ انسانی جانوں کا کیا بنے گا؟ اور ہم اس صورت میں ان کی کیا مدد کر سکتے ہیں؟ یہ ہے احمدی قیادت کی امتیازی شان کہ اِنسانیت کے حوالہ سے دشمن کے حق میں بھی دل ایسا کُشادہ جس کی نظیر شاید ہی ملے۔

حافظ صاحب مزید لکھتے ہیں۔ میاں صاحب میں خودداری اور قوت ارادی بلا کی تھی۔ ایک دفعہ اپنے دفتر میں کرسی سے اُٹھ کر غسل خانے جانے لگے میں نے سہارے کے لیے آپ کا عَصا اُٹھا کر دینا چاہا فرمایا بالکل نہیں، میں خود لوں گا۔ میں نے عرض کیا اس میں حرج کیا ہے۔ فرمایا جس وقت تم یا کوئی اور پاس نہ ہوگا تب کیا کروں گا۔ نیز فرمانے لگے اس دفعہ لندن میں ایک موقع پر کھڑا ہوا اور چکر آ گیا حضرت صاحب نے سہارا دینا چاہا تو ان سے بھی عرض کیا کہ مجھے سہارا نہیں چاہئیے خود کھڑا ہونگا۔ پہلی بار جب آپ پر دل کا تشویشناک حملہ ہوا تو فکر دامَن گیر ہوا۔ آپ کئی روز فضلِ عمر ہسپتال میں اِنتہائی نگہداشت میں رہے اس وقت بھی خدا تعالیٰ کی توفیق سے آپ سے کمال قوّتِ ارادی ظاہر ہوئی جو بہت جلد صحت کو معمول پر لانے میں مُمِد ہوئی کہ آپ کے معالج حیران تھے۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد ہی آپ نے معمول کی دفتری مصروفیات بھی شروع کر دیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ اس شدید علالت میں گویا دوسرے جہاں سے واپس آیا ہوں بس ایک گہرا تاریک راستہ (Dark Passage) طے کرنا پڑتا ہے اور اس کے بعد خیر ہی خیر ہے۔ ظاہر ہے یہ آپ کی ذاتی کیفیت کا اظہار ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو موت

کے کنارے سے بچا کر واپس لایا اور یوں حضرت مسیح موعودؑ کا خلاف توقع عمر عطا فرمانے کا الہام آپ کی ذات میں پوری شان کے ساتھ دہرایا گیا

(اک مردوفا تحریر حافظ مظفر احمد ''الاسلام اردو لائبریری'' شخصیات)

صاحبزادہ مرزا منصور احمدؒ صاحب میں حُسنِ وفا بھی خوب تھا۔ صاحبزادہ صاحب نے ایک بار بیان فرمایا کہ قادیان میں بچپن کے زمانہ میں سب سے پہلے جس بزرگ نے یہ نصیحت فرمائی تھی کہ پہلے دایاں جوتا پہننا چاہئے اور بایاں جوتا پہلے اُتارنا چاہئے آج بھی جوتا پہنتے ہوئے اس بزرگ کے لیے دُعا کرتا ہوں۔ 85 سال بعد بھی ایک چھوٹی سی نیکی کو یاد رکھ کر اپنے محسن کے لیے دُعا کرنا جہاں آپ کی گہری وفا کو ظاہر کرتا ہے وہاں آپ کے حافظے کی بھی داد دینی پڑتی ہے۔ حافظے کی یہ غیر معمولی استعداد آخر عمر تک رہی۔

آپ بے نفس اور مُنکسر المزاج اِنسان تھے۔ بہت کم گو تھے۔ آپ اس دنیا میں آئے اور خاموش درویشانہ اور بے ریاء مگر با مقصد زندگی گزار کر چلے گئے۔'' (اک مردوفا تحریر حافظ مظفر احمد ''الاسلام اردو لائبریری'' شخصیات)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مکرم صاحبزادہ مرزا منصور احمدؒ صاحب کے وِصال کی اطلاع دیتے ہوئے آپ کے اَوصافِ حمیدہ کا تذکرہ اور آپ کی بلندیٔ درجات کے لیے دُعا کرتے ہوئے تمام احباب جماعت عالمگیر کو بھی دُعا کی تحریک فرمائی۔ حضور نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام کے بعض اِلہامات کا ذکر فرمایا جو حضرت مرزا شریف احمدؓ صاحب پر چسپاں کئے گئے تھے۔ مگر حضور نے فرمایا یہ الہامات دراصل آپ کے صاحبزادے حضرت مرزا منصور احمدؒ صاحب کی زندگی پر اِطلاق پاتے ہیں۔ 1907 کے الہامات میں یہ ذکر ہے کہ حضرت مرزا شریف احمدؓ صاحب کی بیماری کی حالت میں الہاماً بتایا گیا کہ اللہ نے اسے لمبی خلافِ توقع عُمر دی اور اللہ نے اسے خلاف توقع اَمیر بنایا۔ حضور نے فرمایا حضرت مرزا شریف احمدؓ صاحب کی عمر لمبی تو نہیں تھی وہ اپنے بھائیوں سے چھوٹی عمر میں فوت ہوئے جبکہ حضرت مرزا منصور احمدؒ صاحب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ آپ کو ایسی بیماریاں لاحق ہوئیں جن سے بچنا محال تھا۔ بغیر توقع کے لمبی اور بغیر توقع کے بار بار عمر پانا یہ دونوں باتیں آپ کی ذات میں بعینہٖ چسپاں ہوتی ہیں پھر ان کو امارت بھی ایسی دی گئی جس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ حضور کی ہجرت کے بعد آپ مسلسل تقریباً 13 سال مقامی امیر رہے۔

مزید حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا: ''آپ خلافت کے عاشق اور فِدائی تھے۔ اگر کسی کے متعلق کبھی وہم ہوا کہ کوئی خلافت کے متعلق غلط اشارے کر رہا ہے تو سختی سے اسے ردّ کر دیا۔ حضورؒ نے بتایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی نمائندگی میں جب میں نے ہجرت کی تو حضرت میاں شریف احمد صاحب کے بیٹے یعنی مرزا منصور احمد صاحبؒ کو اَمیر مقامی کی سعادت ملی۔ آپ نے فرمایا یہ سارے واقعات اور ان کی واضح تشریحات ایسی ہیں جنہیں ردّ نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کا وجود مبارک وجود تھا جسے مسیح موعود کا روحانی بیٹا ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ ایک پاک رُوح، بہت دلیر انسان، خلافت کے حق میں ایک سونتی ہوئی تلوار تھے۔ آپ نے ساری زندگی سادہ گزاری بالکل بے لوث انسان تھے۔ ذرا بھی کوئی انانیّت ان کے اندر نہیں تھی۔ ہر چیز میں قناعت پائی جاتی تھی۔'' (الفضل انٹرنیشنل 3 اپریل 1998ء تا 9 اپریل 1998ء)

اللہ تعالیٰ اس پاک وجود پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔

ہر گام پر مُظفر و منصُور تُو رہا
ہاں خوب حق اَدا کیا منصُور نام کا

سیرت سیّدہ حضرت اُمّ طاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہا

بلقیس اختر مجلس تھوئین

حضرت اُمّ طاہرؓ کی سیرت لکھنا ایسا ہی ہے جیسے سمندر کو کوزے میں بند کرنا۔ حضرت اُمّ طاہرؓ کا شمار ان مبارک خواتین میں ہوتا ہے جن کی قسمت پر جتنا بھی رشک کیا جائے کم ہے۔ آپ کو دو دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی بہو بننے کی سعادت نصیب ہوئی اس کے علاوہ آپ کو خلیفہ کی بیوی اور خلیفہ کی ماں بننے کا اعزاز بھی ملا جو کم ہی کسی کے نصیب میں آتا ہے۔ اور پھر یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا بلکہ ان کی وفات کے 64 سالوں کے بعد اس عظیم عورت کو امر کرنے کا ایسا بابرکت موقع آیا جب ان کے بیٹے اور ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کے نام سے ''مریم فنڈ'' کا آغاز کیا۔

حضرت سیدہ اُمّ طاہرؓ صاحبہ کے والد حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب موضع کلر سیداں کلاں راولپنڈی کے ایک مشہور سادات خاندان کے فرد تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے 1901ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ سعیدۃ النساء نے بعد میں بیعت کی۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کے گھر والوں کے کہنے پر ہی حضرت مسیح موعودؑ نے عورتوں میں درس دینا شروع کیا۔ اس وقت سے مستورات میں مستقل طور پر تقریر اور درس کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ حضرت سیّدہ اُمّ طاہرؓ کی دو بہنیں اور پانچ بھائی تھے۔

سیدہ اُمّ طاہرؓ کے بھائی سید ولی اللہ شاہ صاحب اپنی والدہ ماجدہ کے تذکرہ میں تحریر کرتے ہیں: ''ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے ہماری والدہ صاحبہ سے فرمایا کہ یہ آپ کا گھر ہے۔ آپ کو جو ضرورت ہو بغیر تکلف آپ اس کے متعلق مجھے اطلاع دیں۔ آپ کے ساتھ ہمارے تین تعلق ہیں ایک تو آپ ہمارے مرید ہیں۔ دوسرے سادات میں سے ہیں۔ تیسرا ہمارا آپ کے ساتھ ایک اور تعلق ہے۔ یہ کہہ کر حضور خاموش ہو گئے۔ والدہ صاحبہ کو اس فقرہ سے حیرانگی ہوئی۔ اور ڈاکٹر صاحب سے آ کر ذکر کیا۔ اس وقت ہمشیرہ مریم بیگم صاحبہ پیدا نہیں ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ کوئی روحانی تعلق ہو گا۔ لیکن حضور کا یہ قول ظاہری معنوں میں لمبے عرصے بعد پورا ہو گیا۔ ہمشیرہ سیدہ مریم بیگم صاحبہ کی ولادت اور پھر ان کے رشتہ کی وجہ سے۔'' (تابعین اصحاب احمد جلد سوم سیرۃ حضرت سیّدہ اُمّ طاہرؓ :صفحہ 23-22)

''حضرت سیّدہ اُمّ طاہرؓ کی پیدائش بمقام رعیہ ضلع سیالکوٹ جہاں آپ کے والد ماجد سرکاری اسپتال کے انچارج تھے، اوائل 1905ء میں ہوئی۔ گویا آپ نے احمدی گھرانے میں اور احمدی ماحول میں آنکھیں کھولیں اور نیک والدین کی آغوش میں آپ نے تربیت پائی۔

نکاح: حضرت مسیح موعودؑ کے فرزند صاحبزادہ مبارک احمد صاحب سے جو آٹھ سال کی عمر کے تھے۔ سیّدہ مریم بیگم کا جو اڑھائی برس کی تھیں، نکاح 30 اگست 1907ء کو حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے پڑھا۔ لیکن صاحبزادہ مرزا مبارک نکاح کے چند روز بعد 16 ستمبر 1907ء کو پیارے ہو گئے۔'' (تابعین اصحاب احمد جلد سوم سیرۃ حضرت سیّدہ اُمّ طاہرؓ :صفحہ 78)

نکاح کی وجوہات:

حضرت مسیح موعودؑ کے صاحبزادے صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب شدید بیمار ہو گئے انہیں ٹائیفائیڈ ہو گیا ان کی بیماری میں کسی نے خواب دیکھا کہ اس کی شادی ہو رہی ہے۔ یہ خواب سن کر حضور نے فرمایا کہ مُعبّرین نے لکھا ہے کہ ایسی خواب کی تعبیر تو موت ہے۔ مگر اسے ظاہری رنگ میں پورا کر دینے سے بعض دفعہ تعبیر ٹل جاتی ہے۔ اس لئے آؤ۔ مبارک احمد کی شادی کر دیں۔ جس وقت حضور یہ باتیں کر رہے تھے تو اتفاقاً

ڈاکٹر سیّد عبدالستار کی اہلیہ صحن میں نظر آئیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے انہیں بلا کر فرمایا کہ ہمارا منشاء یہ ہے کہ مبارک احمد کی شادی کر دیں، آپ کی لڑکی مریم ہے، اگر آپ پسند کریں تو اس سے مبارک احمد کی شادی کر دیں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے کوئی عذر نہیں لیکن اگر حضور کچھ مہلت دیں تو میں ڈاکٹر صاحب سے پوچھ لوں۔ جب انہوں نے ڈاکٹر صاحب نے اس بات کو ذکر کیا تو ڈاکٹر صاحب جو خود صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کا علاج کر رہے تھے اور ساری صورتحال کو جانتے تھے نے ساری بات سن کے کہا کہ اچھی بات ہے اگر حضرت مسیح موعودؑ کو یہ پسند ہے تو ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے یہ بات سن کر والدہ مریم بیگم کی آنکھوں میں آنسو رواں ہو گئے۔ یوں ننھی مریم کا نکاح ہو گیا لیکن کچھ ہی دنوں بعد صاحبزادہ صاحب کی وفات ہو گئی اور ننھی مریم بیوہ ہو گئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کسی کے اخلاص کو ضائع نہیں کرتا تو ننھی مریم کے والدین کے اخلاص کو کیسے ضائع ہونے دیتا۔

حضرت اُمّ المومنینؓ کی روایت ہے کہ جب مبارک احمد فوت ہو گیا اور مریم بیوہ ہو گئی تو حضرت مسیح موعودؑ نے گھر میں ایک دفعہ یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ یہ لڑکی ہمارے گھر میں ہی آئے تو اچھا ہے۔ یعنی ہمارے بچوں میں سے ہی کوئی اس کے ساتھ شادی کر لے تو بہتر ہے۔ یوں الٰہی منشاء کے تحت حضرت سیّدہ مریم بیگم صاحبہ کا نکاح حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے 7.02.1921 کو ایک ہزار روپیہ حق مہر کے عوض حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ نے پڑھایا۔ (تابعین اصحاب احمد جلد سوم سیرۃ حضرت سیّدہ امّ طاہرؓ صفحہ:79)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس نکاح کے متعلق فرماتے ہیں: ''اس نکاح کی تحریک کیوں ہوئی۔ صاحبزادہ مبارک احمد کے فوت ہونے کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے یہ خواہش ظاہر کی اور طبعی طور پر ہونی چاہئے تھی کیونکہ خدا تعالیٰ نے انبیاء کی طبیعت نہایت شکر گزار بنائی ہے میں نے خود بلا کسی واسطہ کے حضرت مسیح موعودؑ سے سنا۔ آپ نے فرمایا مجھے یاد نہیں کسی نے ایک پیسہ بھی مجھے دیا ہو اور میں نے اس کے لئے دُعا نہ کی ہو۔ بات اصل میں یہ ہے کہ نبی کبھی اپنے اُوپر کسی کا احسان نہیں رہنے دیتے بلکہ دوسروں پر احسان رکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ڈاکٹر سیّد عبدالستار شاہ صاحب کی اس بات کو نہایت احسان کی نظر سے دیکھا تھا اور چونکہ یہ لوگ پسند نہیں کرتے تھے کہ ان کے ساتھ کوئی احسان کا سلوک کرے اور وہ اس کا بدلہ نہ دیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعودؑ نے یہ خیال کر کے کہ لڑکے کا فوت ہو جانا ڈاکٹر صاحب کے خاندان کو ناگوار گزرا ہو گا، پھر جو لڑکی اس طرح رہ جائے اس کے متعلق بُرے خیال ظاہر کئے جاتے ہیں۔ پھر غیرت کا بھی تقاضا ہوتا ہے کہ جن کا رشتہ ہوتا ہے وہ یہی خیال کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں ہی ہو۔ ان باتوں کو مدّنظر رکھ کر حضور نے گھر میں ذکر کیا کہ اس لڑکی کا رشتہ ہمارے گھر میں ہو تو اچھا ہے۔ ''

''حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو بذریعہ خواب بتایا گیا کہ رشتہ تم سے ہی ہو گا۔ اور بھی بہت سے احباب نے بھی یہی دیکھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے استخارہ کیا اور حضرت اُمّ المومنین کو بھی استخارہ کے لئے کہا۔ ستر دن سے زیادہ استخارہ کیا۔ اس پر بھی یہی معلوم ہوا کہ یہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ یہ نکاح خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا سے ہوا۔ '' (تابعین اصحاب احمد جلد سوم سیرۃ حضرت سیّدہ امّ طاہرؓ صفحہ:83:84)

اولاد: اللہ تعالیٰ نے اس پاک جوڑے کو مندرجہ ذیل اولاد عطا کی:

'' محترمہ صاحبزادی امۃ الحکیم صاحبہ، محترمہ صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ، حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور محترمہ صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ '' (سوانح فضلِ عمر جلد پنجم صفحہ:400)

آپ کی شدید علالت اور وفات:

پہلے بچے کی پیدائش کے بعد آپ کو اندرونی بیماری لگ گئی جو پھر کبھی ٹھیک نہ ہو سکی بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی گئی۔ بظاہر دیکھنے میں اچھی نظر آتی تھیں۔ کوئی محنت کا کام کرتیں تو فوراً طبیعت خراب ہو جاتی ہر طرح کے علاج کے باوجود افاقہ نہ ہوا تو لاہور علاج کی غرض کے لئے لے جایا گیا لیکن

وہ جانبر نہ ہوسکیں اور 5 مارچ 1944 کو 38 سال کی عمر میں اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہوگئیں۔ جماعت کے لوگوں کے لئے یہ ایک بڑا صدمہ تھا لیکن۔۔۔ بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دِل تُو جان فِدا کر

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کی وفات کے بعد ’’میری مریم‘‘ کے عنوان سے آپ کی خوبیوں سے بھرا ایک مضمون لکھا اس کا آخری اقتباس لکھتی ہوں: ’’اے مریم کی رُوح! اگر خدا تعالیٰ تم تک میری آواز پہنچا دے تو لو یہ میرا آخری درد بھرا پیغام سن لو اور جاؤ خدا تعالیٰ کے رحمتوں میں جہاں غم کا نام کوئی نہیں جانتا۔ جہاں درد کا لفظ کسی کی زبان پر نہیں آتا۔ جہاں ہم ساکنین الارض کی یاد کسی کو نہیں ستاتی۔‘‘

(تابعین اصحاب احمد جلد سوم سیرۃ حضرت سیّدہ امّ طاہرؓ صفحہ: 297)

آپ کی جماعتی خدمات:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے شادی کے بعد آپ کی ساری زندگی خدمتِ دین کرتے ہوئے گزری۔ متعدد مرتبہ جلسہ سالانہ کی منتظمہ بنیں۔ متعدد مواقع پر تقاریر کرنے کا موقع ملا۔ لجنہ کے مختلف عہدوں پر کام کرنے کی توفیق ملی۔ متعدد بار جلسہ سیرۃ النبی ﷺ اپنے گھر منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ جماعت کی مستورات اس بات کی گواہ ہیں کہ انہوں نے باوجود علم کی کمی کے اس کام کو بڑے اچھے طریقے سے سنبھالا اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے عظیم شوہر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے کاموں میں ان کی شانہ بشانہ مدد کی۔ اور شدید بیماری میں بھی ہر طرح کا تعاون کیا۔

آپ کا جماعتی کاموں میں انہماک کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں: ’’آپ کی سیرت کا ایک اور پہلو جو شوخ امتیازی رنگوں میں میری یادوں کی زینت ہے، جماعتی کاموں میں آپ کا انہماک ہے۔۔۔ شائد ہی کوئی دن آیا ہو کہ آپ گھر پر ہوں اور لجنہ اماء اللہ کی مرکزی یا مقامی کارکنان نے آپ کو گھیر نہ رکھا ہو۔ ہر وقت مختلف قسم کی خواتین کا ایسا آنا جانا رہتا تھا کہ کم از کم میری طبیعت پر بہت گراں گزرتا تھا۔۔۔ یوں لگتا تھا کہ یہ کوئی گھر نہیں بلکہ ’’بیٹھے ہیں راہگذر پر ہم‘‘ (تابعین اصحاب احمد جلد سوم سیرۃ حضرت سیّدہ امّ طاہرؓ صفحہ: 33-232)

احمدیت پر سچا ایمان:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں: مریم کو احمدیت پر سچا ایمان حاصل تھا۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر قربان تھیں۔ ان کو قرآن کریم سے محبت تھی۔ اور اس کی تلاوت نہایت خوش الحانی سے کرتی تھیں۔ انھوں نے قرآن کریم ایک حافظ سے پڑھا تھا۔ اس لئے ط۔ ق بہت اچھی طرح ادا کرتی تھیں۔ علمی باتیں نہ کرسکتی تھیں۔ مگر علمی باتوں کا مزہ خوب لیتی تھیں۔ (تابعین اصحاب احمد جلد سوم سیرۃ حضرت سیّدہ امّ طاہرؓ صفحہ: 282)

آپ کی خدمتِ خلق:

حضرت سیّدہ اُمّ طاہرؓ میں خدمتِ خلق کا جذبہ بے مثال تھا۔ اور یہ آپ کا نمایاں وصف تھا۔ کیا اپنے کیا بیگانے ہر ایک کے لئے سیّدہ اُمّ طاہرؓ کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے تھے۔ کسی کو مشکل میں دیکھنا آپ کی طبیعت میں بہت شاق گزرتا تھا۔ فوراً اس کی مدد کے لئے تیار ہو جاتی تھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

’’آپ کی یادوں کے ہراول دستوں میں ہمیشہ مجھے آپ کا خدمت خلق نظر آتا ہے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ کا نام اس تصور سے الگ ہو کر میرے ذہن میں داخل ہوا ہو۔ بے کسوں، یتیموں، مساکین، مصیبت زدگان اور مظلوموں سے گہری ہمدردی آپ کی شخصیت کا ایک لاینفک جزو تھا۔ یہ ہمدردی جذباتی بھی تھی قولی بھی تھی اور فعلی بھی اور یہ رنگ ایسا غالب تھا کہ گویا سیرت کے دوسرے پہلوؤں میں سرایت کر گیا تھا۔ اس جذبہ کو تسکین دینے کے لئے آپ نے مالی قربانی بھی بہت کی، جانی بھی اور جذباتی بھی۔ آپ کو بھینسیں رکھنے کا بہت شوق تھا۔ اور صبح کے وقت بڑی کثرت سے

لوگ چھاچھ (لسی) لینے آیا کرتے تھے۔ جو لوگ زیادہ غریب یا معذور ہوا کرتے تھے ان کی چھاچھ میں مکھن بھی ڈال دیا کرتی تھیں۔ اس وقت تو مجھے علم نہیں ہوا۔ مگر وفات کے بعد ایک نابینا صاحب نے بتایا کہ میرے برتن میں زیادہ چھاچھ کے ساتھ مکھن بھجوایا کرتی تھیں۔

(تابعین اصحاب احمد جلد سوم سیرۃ حضرت سیّدہ امّ طاہرؓ صفحہ:227:228)

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ بیان کرتی ہیں: ''دوستی جس سے کی نبھا کر دکھایا۔ صدقہ خیرات کھلے ہاتھ سے دیا۔ اللہ جانے اتنی برکت کیسے تھی؟ خرچ اس زمانے میں محدود ہی ملتا تھا۔ مگر اس اللہ کی بندی نے چشمہ جاریہ لگا رکھا تھا۔ اس کا دروازہ اللہ تعالیٰ کے دروازے کی طرح ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ اس کا وسیع دسترخوان امیر و غریب، ادنیٰ، اعلیٰ سب کو دعوت دیتا۔'' (تابعین اصحاب احمد جلد سوم سیرۃ حضرت سیّدہ امّ طاہرؓ صفحہ:8)

محمد علی صاحب سابق نجومی سکنہ فیض اللہ چک تحریر کرتے ہیں:

''ایک دفعہ میں ٹائیفائیڈ سے سخت بیمار ہو گیا اور غربت نے بہت تنگ کیا۔ میری بیوی میرے لئے دوائی لانے کی غرض سے جب قادیان جاتی تو حضرت سیّدہ مرحومہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر عرض کرتا ہوں کہ کبھی بھی حضرت سیّدہ نے میری بیوی کو خالی ہاتھ نہ بھیجا۔ پانچ دس روپے ضرور بطور امداد دے دیتیں اور ساتھ ہی تسلی دیتیں کہ اللہ حافظ ہے۔'' (تابعین اصحاب احمد جلد سوم سیرۃ حضرت سیّدہ امّ طاہرؓ صفحہ:178)

حضرت سیّدہ مہر آپا لکھتی ہیں: ''یوں تو ہر انسان خدا کی راہ میں کچھ نہ کچھ دیتا ہی ہے لیکن میں نے پھوپھی جان کا رنگ بالکل نرالا دیکھا تھا۔ کئی بیواؤں کا خرچ اپنی گرہ سے مقرر کر رکھا تھا۔ کئی یتیموں کی تعلیم پر وہ خود خرچ کرتی تھیں۔ مگر اس طرح کہ کانوں کان کسی کو پتہ نہ چلتا۔ اس قسم کے صدقات و خیرات ان کا روزمرّہ کا معمول تھا۔ لیکن سال میں ایک ماہ ایسا بھی آتا تھا جس میں وہ اپنا سب کچھ خدا کے لیے چھوڑ دیتیں۔ وہ مہینہ رمضان کا مبارک مہینہ ہوتا۔ اگر قادیان موجود ہوتیں تو خود اپنے ہاتھ سے نقدی کی صورت میں، روزانہ کھانا کھلانے کی صورت میں، ہر قسم کی جنس و رسد کی صورت میں، کپڑوں کی صورت میں، بے حساب خیرات کرتیں۔'' (تابعین اصحاب احمد جلد سوم سیرۃ حضرت سیّدہ اُمّ طاہرؓ صفحہ:216)

سیّدہ اُمّ طاہر کی سیرت کا ہر پہلو اپنے اندر بے مثال خوبیاں رکھتا ہے جماعت کے لئے نافع الناس وجود تھیں، اپنے شوہر کی جاں نثار بیوی اور بچوں کی عظیم ماں تھیں۔ ہر رشتہ انتہائی محبت سے نبھایا۔ اتنی خوبیوں والی عورت کبھی کبھی پیدا ہوتی ہے۔ اپنی ذات میں انجمن۔ اللہ تعالیٰ ان پر ہزاروں ہزاروں برکتیں نازل کرے۔ آمین

گو جدائی ہے کٹھن دُور بہت ہے منزل

پر مرا آقا بلا لے گا مجھے بھی اے ماں

اور پھر تم سے مَیں مِل جاؤں گا جلدی یا بدیر

اس جگہ۔ مِل کے جُدا پھر نہیں ہوتے ہیں جہاں

(کلام طاہر صفحہ 145)

اُردو کا صفحہ

1-دیئے گئے ناموں میں سے کچھ الفاظ مذکر ہیں اور کچھ مونث۔آپ انہیں الگ الگ لکھیے۔

ستارہ۔۔اَماں۔۔بچہ۔۔روشنی۔۔سورج۔۔فاطمہ۔۔زبان۔۔بکرا۔۔ہاتھی۔۔چڑا۔۔رسی۔۔چوہیا

مذکر	مونث

2-ذیل میں دیے گئے جملوں کے الفاظ کی ترتیب بدل کر اسے صحیح کیجیے۔

☆ہے۔۔روزہ۔۔زندگی۔۔یہ۔۔چند ----------------------------------

☆تعلیم۔۔قرآن۔۔کریم۔۔ضروری۔۔کی۔۔ہے۔ ----------------------------------

☆چودہ۔۔جشن۔۔جاتا۔۔آزادی۔۔اگست۔۔منایا۔۔کو۔۔ہے ----------------------------------

☆عید۔۔مسلمانوں۔۔تہوار۔۔ہے۔۔کا۔۔الفطر۔۔عظیم ----------------------------------

---

3-ذیل میں دیئے ہوئے پیرا گراف میں قوسین میں دیئے ہوئے الفاظ کی جمع بنائیے۔

تین---------(عورت) کالے---------(برقع) پہنے اپنے---------(بچہ) کے ساتھ چڑیا گھر کی سیر کے لئے گئیں۔انہوں نے وہاں چار-----------(زیبرا) تین----------(زرافہ) دو---------(گینڈا) اور ایک ہاتھی بھی دیکھا۔جب سیر کرتے کرتے وہ تھک گئیں تو تینوں---------(سہیلی) ایک بنچ پر بیٹھ گئیں۔بنچ کے قریب ہی---------(بندر) کا پنجرہ تھا۔ایک عورت نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کچھ------------(مونگ پھلی) پنجرے کے اندر ڈالیں۔بندر بڑے مزے سے---------------(مونگ پھلی) توڑ توڑ کر کھانے لگے۔جب شام زیادہ ہوگئی تو وہ تینوں واپس ہوئیں۔واپس میں انہوں نے اپنے لئے------------(چوڑی)، ------------(بالی) اور بچوں کے لئے----------(کھلونا) بھی خریدے۔

☆مناسب الفاظ سے خالی جگہیں پر کیجیے۔

ا۔صبح کی سیر کرنے سے انسان سارا دن----------------رہتا ہے۔(سست۔۔چاق و چوبند)

۲۔چھوٹے چھوٹے-----------اپنے خالق کی بڑائی کے گیت گا رہے ہوتے ہیں۔(پرندے۔۔کیڑے)

۳۔صبح ہوتے ہی چرندے پرندے اپنی اپنی---------------کی تلاش میں نکل پڑتے ہیں۔(روزی۔۔جوتی)

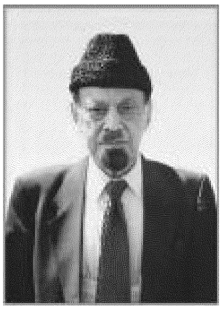

سیرت حضرت مرزا مظفر احمد صاحب رحمہ اللہ علیہ

شمع شاکر　　　　مجلس نتیدال

آپ حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جری اللہ فی حلل الا انبیاء کے نافلہ یعنی پوتے تھے اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قمر الانبیاء کے فرزند دلبند تھے۔آپ 2 فروری 1913ء کو پیدا ہوئے آپ حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلے پوتے تھے جن کی ابتدائی تعلیم تو قادیان میں ہوئی۔

پھر گورنمنٹ کالج لاہور سے ماسٹر کی ڈگری کے حصول کے بعد 1933 میں لندن چلے گئے۔اور وہاں پر ICS کا امتحان پاس کیا۔26 دسمبر 1938ء کو بیت النور قادیان میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیٹی صاحبزادی امتہ القیوم صاحبہ کے ساتھ آپ کا نکاح پڑھایا۔

اوصافِ ذاتیہ!

آپ بہت مرنجاں مرنج طبیعت کے حامل انسان تھے۔آپ نے آباء سے جو اوصافِ حمیدہ کا ورثہ پایا وہ تو تھا ہی۔چنانچہ واقعاتی لحاظ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں مظلوم کی محبت اور ان سے شفقت کا جذبہ ہر مرحلہ پر نظر آتا ہے اور آپ نے ہر مرحلہ پر حب الوطنی کی قابلِ رشک و لائق تقلید مثالیں قائم کر کے دکھائیں ہیں جو آئندہ نسلوں کے لئے مینارہِ نور اور مشعلِ راہ ہیں۔

”**آپ کا قرآن مجید سے محبت اور لگاؤ گہرا اور دائمی تھا:** ہفتہ کے روز آپ مستورات میں درس دیا کرتے تھے نیز مردوں میں بھی درسِ قرآن دیتے۔ ایک مرتبہ آپ نے بیتِ اقصیٰ میں درس دیا جو کئی ہفتے جاری رہا جس میں قادیان بلکہ باہر سے بھی آکر مرد و زن شریک ہوئے۔

”**دعا کی قوت پر آپ کو یقینِ کامل تھا** جماعت پر کوئی ابتلاء آتا یا کوئی سخت گھڑی آتی تو بیت الدّعا میں جاتے اور دعاؤں میں کافی وقت صرف کرتے جب نکلتے تو آنکھیں سرخ اور متورم ہوتی تھیں۔**آپ کو اہل اللہ سے عشق تھا** آپ اکثر اپنی مجلسوں میں آنحضرت ﷺ کی احادیث اور حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے حالات بیان فرمایا کرتے تھے۔خلفاء احمدیت سے محبت اور اطاعت کا ایک عجیب جذبہ آپ کے دل میں کار فرما تھا۔

آپ **ایک عظیم خطیب اور مقرر تھے**۔آپ کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ آپ اپنے خطاب سے پہاڑوں کو ہلا سکتے تھے۔اس صداقت پر جماعت کے لاکھوں لوگ گواہ ہیں۔آپ **علمی تحقیق کا ذوق رکھتے تھے** نوجوانی کے زمانہ ہی سے احمدیت کی خدمت میں اپنا قلم اٹھایا۔“

(ایم۔ایم۔احمد شخصیت اور خدمات　مرتب عبدالسمیع خان　صفحہ 156,157,161,191,192)

آپ ایک بہادر انسان تھے۔عام حلقوں میں **مرزا ایم ایم احمد** صاحب کے نام سے جانے پہچانے جاتے تھے۔آپ ایک اعلیٰ درجے کے منتظم اور ماہرِ اقتصادیات تھے آپ کو جہاں ملک وقوم کی گراں مایہ خدمات کا موقع عطا ہوا۔وہاں آپ کو خلافت سے وابستگی کے ساتھ ساتھ خدماتِ دینیہ اسلام و احمدیت کا بے پناہ موقع بھی ملا۔تقسیم برصغیر کے ایام میں ہجرت کے دوران آپ کو جماعت کی غیر معمولی خدمت کی توفیق ملی۔آپ کو مختلف اوقات میں کئی جہتوں سے جماعت کی خاموش اور اعلانیہ خدمت کی توفیق عطا ہوئی آپ کئی جماعتی کمیٹیز کے ممبر اور سربراہ رہے۔

آپ کی قابلِ قدر دینی خدمات!

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ علیہ نے 1986 میں بیرون پاکستان صد سالہ جوبلی منصوبہ کے لئے کمیٹی مقرر فرمائی۔اس سنٹرل کمیٹی کے آپ چیئر مین دوم مقرر ہوئے۔یہ کمیٹی 1989 تک کام کرتی رہی۔آپ کی خدماتِ دینیہ کا ایک اہم سلسلہ 1989 میں شروع ہوا جب کہ آپ کو

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ علیہ نے جماعت احمدیہ امریکہ کا امیر مقرر فرمایا۔آپ اس منصب جلیلہ پر تادمِ آخر فائز رہے۔
آپ کے دورِ امارت میں جماعت احمدیہ امریکہ نے مختلف میدانوں میں ترقی اور کامیابی کے کئی سنگِ میل طے کئے۔مشن ہاؤسز کی خرید،تعمیر نئی مساجد کے قطعات اراضی کی خرید اوران کی تعمیر،بعض مساجد میں توسیع اور تعمیرِ نو کے ساتھ ساتھ جماعت امریکہ مالی قربانی میں دنیا کی صفِ اوّل کے ممالک میں شامل ہوگئی۔ان باتوں کی کسی قدر تفصیل یہ ہے۔

مرکزی مسجد بیت الرحمٰن کی تعمیر اور مالی قربانی!

آپ نے مرکزی مقام بیت الرحمٰن کی تعمیر کروائی اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے 14 اکتوبر 1994 کو اس کا افتتاح بنفسِ نفیس فرمایا۔
مالی قربانی کی مسابقت کی دوڑ میں جماعت احمدیہ امریکہ نے شمولیت اختیار کی اور 1996 میں امریکہ وقفِ جدید میں دنیا بھر میں اوّل رہا اور تحریکِ جدید میں دوئم رہا۔1997 میں امریکہ وقفِ جدید اور تحریکِ جدید میں دنیا بھر میں اوّل رہا۔

نئے مشن ہاؤسز کی خرید اور تعمیر!

2001 تک آپ کے ہاں مشن ہاؤسز کی تعداد 40 تک پہنچ گئی تھی۔چنانچہ امریکہ کے اوّلین مشن شکاگو کی پرانی بیت الصادق کی از سرِ نو تعمیر ہوئی۔جس کا افتتاح 23 اکتوبر 1994 کو حضورِ انور نے فرمایا۔اولڈ برج نیو جرسی مشن ہاؤس،البنی مشن ہاؤس،نیویارک،سان ہوزے مشن ہاؤس،کیلیفورنیا،میامی فلوریڈا،فلاڈلفیا،ڈیٹرائٹ،کولمبس اوہایو،ہیوسٹن،ورجینیا،میں قطعات اور شکاگو میں نئی تعمیرات کی تعمیر وغیرہ وغیرہ۔ان میں سے بعض پر کام مکمل ہو چکا ہے۔1978 میں لندن میں کسرِ صلیب کانفرنس میں آپ نے اپنا مقالہ بھی پڑھا۔

لنگر خانہ کا اِجراء!

آپ کے دور میں 1992 میں جلسہ سالانہ امریکہ منعقدہ نیویارک میں لنگر خانہ کا نظام جاری کیا گیا۔
MTA ارتھ سٹیشن! جماعتِ امریکہ اور کینیڈا کے باہمی تعاون سے MTA کا قیام بیت الرحمٰن کے ساتھ ہوا۔جس کا افتتاح حضورِ انور نے 14 اکتوبر 1994 کو فرمایا۔
جماعتی ویب سائٹ کا قیام! حضورِ انور کا خطبہ اور ایم ٹی اے کے دیگر پروگرامز کے اجراء کے لئے انٹرنیٹ کا قیام 1995 میں کیا گیا۔اور اس طرح ایم ٹی اے سٹوڈیو بھی 1996 میں امریکہ میں قائم کیا گیا۔اور جلسہ سالانہ کی نشریات براہِ راست دنیا بھر میں نشر ہونے لگیں۔
حضورِ انور کے دورے! یہ خوش نصیبی بھی آپ کو نصیب ہوئی کہ آپ کے دورِ امارت میں 1989,1994,1997,1998 میں حضورِ انور نے امریکہ تشریف لے جا کر جماعتِ احمدیہ امریکہ کے کاموں کو برکت بخشی جس سے جماعتی کاموں میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی ہونے لگی۔

فتح و ظفر کی بشارتیں!

6 نومبر 1984 جب پاکستان کے حالات جماعت کے حق میں اچھے نہیں تھے۔آپ کی آواز میں حضورِ انور کو "السلام علیکم" کا الہامی تحفہ ملا۔جو فتح و ظفر کی کلید تھا۔نیز آپ نے دیکھا کہ مسجد بشارت سپین کے صحن میں مرزا مظفر احمد صاحب نے آپ سے معانقہ کیا ہے۔اور معانقہ کی حالت میں ہی آپ کی آنکھ کھل گئی۔اس کا ذکر آپ کی زبانی 8 مارچ 1983 کے اخبار الفضل میں کیا گیا ہے۔یہ رؤیا مبارکہ جماعتی ترقی اور مظفر منصور ہونے کی بشارات تھیں۔

آپ کی گراں قدر ملّی اور عالمگیر خدمات!

آپ مغربی پاکستان میں فنانس سیکرٹری اور ایڈیشنل چیف سیکرٹری کے عہدوں پر فائز رہے۔آپ کی اعلیٰ درجے کی قابلیت کی وجہ سے آپ کو ڈپٹی چیئرمین پلاننگ کمیشن مقرر کیا گیا جبکہ صدر ایوب خود چیئرمین تھے۔پاکستان کے پنج سالہ ترقیاتی منصوبے آپ نے ہی متعارف کروائے۔جن کے تحت تربیلا ڈیم، منگلا ڈیم اور اس سے نکلنے والی انہار کا عظیم منصوبہ شروع ہوا۔اس طرح آپ صدر کے اقتصادی امور کے مشیر بھی رہے یہ عہدہ وفاقی وزیر کے برابر تھا۔1971-72 کا وفاقی بجٹ بھی آپ نے پیش کیا تھا۔جسے ملک کے دگرگوں سیاسی اور معاشی حالات میں ایک کارنامہ قرار دیا گیا۔1972 میں آپ ورلڈ بنک سے منسلک ہو گئے۔ورلڈ بنک کے ڈائریکٹر اور آئی ایم ایف کے سٹاف میں بطور ایگزیکٹو سیکرٹری تعینات رہے۔جہاں سے آپ 1984 میں ریٹائر ہوئے۔

15 ستمبر 1971 میں ملّی خدمات کے دوران CDA کے ایک ملازم ملّاں اسلم قریشی نے آپ پر اسلام آباد میں قاتلانہ حملہ بھی کیا۔اور آپ شدید زخمی ہو کر ہسپتال میں داخل ہوئے۔جہاں دیگر شخصیات کے علاوہ صدرِ پاکستان بھی آپ کی تیمارداری کے لئے تشریف لائے۔

پاکستان کے بارہ میں پریسلر ترمیم کے خاتمہ کے لئے امریکی سینیٹر براؤن کی ترمیم جو کہ براؤن ترمیم کے نام سے مشہور ہوئی۔اس حوالے سے آپ نے گراں قدر ملّی خدمات سرانجام دیں۔جس پر صدرِ پاکستان اور وزیرِ اعظم پاکستان کی طرف سے پاکستان کے امریکہ میں سفیر نے آپ کا شکریہ بھی ادا کیا۔

آپ کی بیماری اور وفات!

جلسہ سالانہ امریکہ 2001 میں آپ نے افتتاحی اور اختتامی خطابات فرمائے۔آپ اپنی بیماری کی وجہ سے 2002 میں کئی بار واشنگٹن ہسپتال میں زیرِ علاج رہے۔بلا آخر 22 جولائی رات گیارہ بجے آپ کی وفات ہوگئی۔**اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون**

آپ نے 89 سال 4 ماہ اور 23 دن عمر پائی۔اس لحاظ سے آپ نے خاندان حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے مردوں میں سب سے لمبی عمر پائی۔30 جولائی 2002 کو بہشتی مقبرہ ربوہ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔آپ کی جملہ خدمات کو قبول فرمائے اور ان کے فیض کو جاری رکھے اور لواحقین کا حامی و ناصر ہو آمین۔

ہر قدم پر گھپ اندھیروں سے پڑا تمہارا واسطہ
ہر قدم پر روشنی کی وہ بنے روشن دلیل
ہر طرف بکھرے تھے سنگِ رہ مگران کا وجود
ہر کسی کے لئے بنتا رہا اک سنگِ میل
آخری دم تک خدا کے دین کے داعی رہے
کفر کی وادی میں دینِ حق کے تھے اعلیٰ وکیل (قدسی)

(ماخوذ از ایم۔ایم۔احمد شخصیت اور خدمات مرتب عبد السمیع خان)

سیرت حضرت حسین بی بی صاحبہؓ (والدہ حضرت چوہدری ظفراللہ خان صاحبؓ)

مسعودہ شاہدہ مجلس ستونز

حضرت چوہدری ظفراللہ خان صاحبؓ نے اپنی والدہ کے دلکش اور مؤثر حالات لکھ کر بیٹا ہونے کے حق کو بصورت احسن ادا کرنے کے ساتھ جماعت کی عمدہ خدمت بھی کی ہے۔ حضرت چوہدری ظفراللہ خان صاحبؓ لکھتے ہیں:

''میری والدہ حسین بی بی صاحبہؓ 1863 میں سیالکوٹ کے ایک گاؤں داتا زید کا ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئیں۔ قوم باجوہ تھی جو زمیندار اقوام میں نہایت معزز سمجھی جاتی تھی۔ میری والدہ اپنے والد صاحب چوہدری الٰہی بخش کی پانچ بیٹیوں اور ایک بیٹے میں سے سب سے بڑی اور لاڈلی تھیں۔ آپ کے بھائی محمد عبداللہ خاں چار بہنوں سے چھوٹے اور ایک بہن سے بڑے تھے۔ میری نانی صاحبہ نہایت ہی عابدہ، زاہدہ، باصبر اور باہمت عورت تھیں۔ طبّ میں اچھی خاصی مہارت رکھتی تھیں۔ جس کا اثر آپ پر بھی تھا گو کہ آپ نے طبّ تو نہیں پڑھی تھی لیکن عام بیماریوں کا علاج وغیرہ میں نسخہ بڑی جرأت سے تجویز کرتی تھیں۔ خدا تعالیٰ شفا بھی دے دیتا تھا۔''

اوائل عمر میں ہی آپ کا نکاح چوہدری نصراللہ خان صاحبؓ کے ساتھ ہو گیا، رخصتانہ چند سال بعد ہوا۔ ان دنوں میرے والد صاحب پڑھا کرتے تھے۔ اس وجہ سے بہت کم عرصہ گھر پر رہنے کا موقعہ ملا کرتا تھا اور شوہر سے جدائی آپ کو بہت شاق گزرتی تھی۔

میری پیدائش سے پہلے آپ کے پانچ بچے فوت ہوئے تھے۔ ہر ایک بچہ کی وفات آپ کے لئے ایک امتحان بن گئی جن میں ان کے ایمان کی پوری پوری آزمائش کی گئی لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر موقع پر ثابت قدم رہیں اور کسی وقت بھی ان کے قدم جادۂ صدق اِدھر اُدھر نہیں بھٹکے۔ اس وقت کے دستور کے مطابق ماتم کا بہت رواج تھا۔ آپ کو خواب میں جہنم میں ان عورتوں کا نظارہ کروایا گیا جو جزع فزع کیا کرتی تھیں۔ لوگوں کے طعنہ وتشنیع کے باوجود مضبوطی سے اپنے اس عہد پر قائم رہیں۔

1904ء میں آپ نے بعض رؤیا دیکھے جن میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی دیکھا اور عہدِ اخلاص و وفا باندھا۔ ستمبر 1904ء میں حضرت مسیح موعودؑ سیالکوٹ تشریف لائے تو دوسرے دن آپ ان کی زیارت کے لئے گئیں اور ان کی بیعت کر لی۔ دراصل تو انہوں نے عہد اخلاص و وفا رؤیا میں ہی باندھا۔ پھر بیعت کے الفاظ میں اس کی تجدید کی اور اس کی ظاہری شہادت قائم کی اور پھر آخری سانس تک اسے اس طریق سے نباہا کہ جیسے اس کا حق تھا۔ بیعت کے بعد ہر دن جوان پر چڑھا، ہر لحظہ جو ان پر گزرا، وہ ایمان اور اخلاص کا ترقی پر شاہد ہوا۔ ان کا ایمان شروع سے ہی عشق کی جھلک اپنے اندر رکھتا تھا اور رفتہ رفتہ اس عشق نے اس قدر ترقی کی کہ انہیں ہر بات میں ہی اللہ کا جلال، قدرت اور رسول ﷺ کا نور اور مسیحؑ کی صداقت نظر آتی تھی۔ بیعت کے بعد ان کے عمل میں بھی جلد جلد تبدیلی ہوتی گئی۔ اصل تربیت تو ان کی اللہ تعالیٰ نے رؤیا اور کشوف کے ذریعہ ہی جاری رکھی۔ لیکن ظاہر میں بھی جب کبھی کوئی حکم حضرت مسیح موعودؑ یا خلفاء کرام کا ان تک پہنچ جاتا تو فوراً مستعدی سے اس پر عمل پیرا ہو جاتیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے طبیعت جادۂ تسلیم و رضا پر چلنے والی عطا فرمائی تھی، ان کی طبیعت میں ان امور میں چون و چرا پیدا ہوتا ہی نہیں تھا۔

1911ء میں میری انگلستان روانگی سے قبل آپ پہلی دفعہ قادیان آئیں تو حضرت مسیح موعودؑ کے مکانات کو دیکھ کر فرمایا یہی مکانات سات سال قبل بیعت سے پہلے رؤیا میں دیکھائے گئے۔

1914ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وفات کے بعد جب جماعت میں اختلاف ہوا، تو بھی رؤیا کی بنا پر آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی

فوراً بیعت کرلی، بچوں سے بھی خط لکھوایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کئی دفعہ فرمایا کرتے تھے کہ بعض دفعہ آپ کی والدہ صاحبہ اور میری رؤیا کا توارد ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بعض باتیں اسی رنگ میں دیکھا دیتا تھا جیسے حضورؓ کو دیکھائی جاتی تھیں۔

1924ء کی گرمیوں میں والدہ صاحبہ اور والد صاحب حج کے لئے تشریف لے گئے۔ والدہ صاحبہ اپنے لئے اور والد صاحب کے لئے جاتے ہوئے کفن کی دو چادریں ساتھ لے کر گئیں اور انہیں زمزم کے پانی سے دھو کر حفاظت سے اپنے پاس رکھ لیا، جو ان دونوں کی وفات کے بعد انہیں پہنائے گئے۔ دو سال بعد والد صاحب کی وفات ہوئی۔ اس سے پہلے والدہ صاحبہ کو خوابوں کے ذریعہ آپ کی وفات کے دن اور وقت کا علم ہو چکا تھا چنانچہ ان کی وفات سے قبل والدہ صاحبہ نے سب بچوں کو بلوا لیا اور تمام تیاری کر لی تھی۔ خدا تعالیٰ کی رضا کو نہ صرف صبر سے بلکہ بشاشت سے قبول کیا جو نصف صدی کی محبت اور باوفا رفاقت کے ختم ہونے پر ہر دیکھنے والے کے لئے نمونہ تھی۔

والدہ صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے جرأت اور حوصلہ بھی بہت عطا کیا تھا کسی کے دُکھ یا درد کی حالت دیکھ کر آپ کا دل فوراً پگھل جاتا تھا۔ بعض دفعہ کسی بچے کے رونے کی آواز ان کے کان میں پڑ جاتی تو ان کی نیند اُچاٹ ہو جاتی تھی۔ لیکن اگر کوئی موقع اپنی جرأت پر انحصار کرنے کا پیش آجائے تو ایسے وقت میں مردانہ حوصلہ کا نمونہ دکھاتی تھیں۔

بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی اور رحم کا جذبہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت وافر عطا کیا تھا۔ اکثر فرمایا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ اگر دشمن نہ ہو تو کوئی دشمن کیا بگاڑ سکتا ہے اور میں تو اس لحاظ سے کسی کو دشمن سمجھتی ہی نہیں۔ دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارہ میں کہا کرتی تھیں کہ جس سے دل خوش ہو اس کے ساتھ حسن سلوک کے لئے تو خود ہی دل چاہتا ہے۔ اس میں ثواب کی کون سی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے تو انسان کو چاہئے کہ ان لوگوں سے بھی احسان اور نیکی سے پیش آئے جس پر دل راضی نہ ہو۔

ڈسکہ کے لوگوں کے ساتھ والدہ صاحبہ کا سلوک ہمیشہ فیاضانہ اور غریب پروری کا ہوا کرتا تھا اور باوجود اختلاف مذہب وعقائد کے وہاں کے لوگ غیر مسلم اور غیر احمدی سب ان کو بہت عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے لیکن جب احرار کا فتنہ اُٹھا تو آہستہ آہستہ ہمارے گاؤں کے غیر احمدی بھی اس سے متاثر ہو گئے اور مختلف طریق سے احمدیوں کو دُکھ دینے لگے۔ ہمارے خاندان کے بعض افراد کو خصوصیت سے ایذا دہی کا نشانہ بنایا گیا۔ والدہ صاحبہ کو قدرتی طور پر ان واقعات سے رنج پہنچتا تھا۔ لیکن ان کے نتیجہ میں ان کے حسن سلوک میں کمی نہ آتی تھی۔ اگر ہمارے آدمیوں میں سے کوئی اس قسم کا اشارہ بھی کرتا کہ یہ لوگ تو ہمارے دشمن ہیں۔ آپ ان سے ایسا سلوک کیوں کرتی ہیں تو آپ برا منایا کرتیں اور ہمیشہ یہی جواب دیا کرتیں کہ جس کا اللہ دشمن نہ ہو اس کا اور کوئی دشمن نہیں ہوسکتا۔ ان کا اکثر یہ معمول تھا کہ یتامیٰ اور مساکین کے لئے اپنے ہاتھ سے پارچہ جات تیار کرتی تھیں اور بغیر حاجتمند کے سوال کے انتظار کئے ان کی حاجت روائی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کے مطابق کرتی رہتی تھیں۔

والدہ صاحبہ کو سلسلہ کے متعلق انتہا درجہ کی غیرت تھی اور وہ حضرت مسیح موعودؑ، سلسلہ احمدیہ، خاندانِ نبوّت اور بزرگانِ سلسلہ کے متعلق کسی قسم کی گُستاخی یا ناروا حرکت برداشت نہ کرسکتی تھیں۔ خاندان نبوت کے ساتھ جس قدر اخلاص اور محبت انہیں تھی اس کا کسی قدر اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ بارہا میں نے ان سے سنا کہ میں کبھی کوئی دُعا نہیں کرتی جب تک پہلے حضرت مسیح موعودؑ کے تمام خاندان کے لئے دُعا نہیں کرلیتی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ساتھ انہیں حد درجہ عقیدت تھی اور انتہا کی محبت تھی۔ آپ کا کوئی ارشاد پہنچ جاتا تو فوراً کاربند ہو جاتیں اور حضور بھی خصوصیت سے شفقت کا سلوک ان کے ساتھ رَوا رکھتے تھے۔ بعض دفعہ وفورِ محبت میں وہ حضور کے ساتھ بالکل ایسے کلام کرلیتی تھیں جیسے ماں اپنے بچوں کے ساتھ کرتی ہے اور حضور بھی ان کی دلجوئی کی خاطر بعض اوقات لمبا عرصہ ان کی باتیں سنتے رہتے تھے۔ والدہ صاحبہ کی ایک رؤیا خصوصیت

سے اس تعلق کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کو رؤیا میں دیکھا کہ والد صاحب کے ساتھ کوئی بات کر رہے ہیں اور پھر والدہ صاحبہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا انہیں بلائیے۔ والدہ صاحبہ یہ پیغام ملنے پر حضورؑ کی پیٹھ پیچھے جا کر کھڑی ہوگئیں اور عرض کی حضور میں حاضر ہوں۔ حضورؑ نے فرمایا: ''محمود سے کہنا وہ مسجد والی بات یاد نہیں؟'' حضورؓ نے رؤیا سن کر فرمایا یہ آنے والے فتنہ کے متعلق جماعت کی حفاظت کی طرف اشارہ ہے۔

آپ کی رؤیا کا سلسلہ اوائل عمر سے لے کر آخر تک جاری رہا اور بہت کثرت سے سچے خواب اور رؤیا دیکھا کرتی تھیں۔ اُن کو خود بھی اپنے رؤیا اور خوابوں پر پورا یقین تھا اور ہم سب بھی جو قریباً ہر روز ان کے رؤیا اور خوابوں کی قبولیتِ دُعا کا مشاہدہ کرتے تھے اُن پر پورا یقین رکھتے تھے اور یہ مشاہدہ ہمارے ایمانوں کی مضبوطی کا باعث ہوتا تھا۔ کیونکہ دُنیا خواہ ایسی باتوں پر شک کرے ہمارے لئے یہ روزانہ مشاہدہ کی بات تھی اور ہم ایسے روحانی امور کے مشاہدہ کی بناء پر قائل تھے۔ بعض دفعہ والدہ صاحبہ کو الہام بھی ہوتا تھا۔ لیکن وہ انکساری کی وجہ سے اس کا نام الہام نہیں رکھتی تھیں۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ہمارے بچپن میں جب بھی طاعون کا دَورہ شروع ہوتا تو والدہ صاحبہ کو قبل از وقت خواب میں اس کی اطلاع ہو جاتی اور وہ اسی وقت سے دُعاؤں میں لگ جاتیں اور پھر جب افاقہ کی صورت ہوتی تو بھی خواب کے ذریعہ اطلاع مل جاتی۔ اسی طرح رشتہ داروں اور متعلقین میں خوشی اور غم کے مواقعے پر انہیں قبل از وقت خبر دی جاتی۔ سلسلہ کے بڑے بڑے واقعات اور بعض دفعہ دُنیا کے بڑے بڑے واقعات سے بھی انہیں اطلاع دی جاتی۔

اللہ تعالیٰ کے ہر شے پر قادر ہونے اور قبولیتِ دُعا پر انہیں حق الیقین تھا کیونکہ یہ ان کے روزانہ مشاہدہ کی بات تھی۔ بیماری کے علاج میں ان کا یہ قاعدہ تھا کہ علاج بتانے کے ساتھ ہی دُعا میں لگ جایا کرتی تھیں۔ اکثر فرماتی تھیں کہ جب میں کسی کو کوئی علاج بتاتی ہوں تو اس رنگ میں بھی دُعا کرتی ہوں کہ یا اللہ تیرے فضل پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ جرأت کر لی ہے اب تو ہی اس شخص پر رحم فرما اور وہ بہت دفعہ میری عرض کو قبولیت بخشتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طرف سے تعزیت نامہ والدہ صاحبہ کے وفات پر الفضل میں شائع ہوا:

''اکثر عورتوں کا تعلق طفلی ہوتا ہے یعنی اپنے باپ یا بیٹے یا بھائی کے سبب سے ہوتا ہے۔ مرحومہ ان مستثنیٰ عورتوں میں سے تھیں۔ جن کا تعلق براہ راست یا بلا کسی واسطہ کے ہوتا ہے۔ وہ اپنے مرحوم خاوند سے پہلے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئیں ان سے پہلے انہوں نے بیعت کی اور ہمیشہ غیرت وحمیت کا ثبوت دیا۔ چندوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا، غربا کی امداد کا خیال رکھنا ان کا امتیاز تھا۔ دُعاؤں کی کثرت اور اس کے نتیجہ میں سچی خوابوں کی کثرت سے خدا تعالیٰ نے ان کو عزت بخشی تھی۔ انہوں نے خوابوں سے احمدیت قبول کی اور خوابوں سے خلافت ثانیہ کی بیعت کی۔

مجھے ان کا یہ واقعہ نہیں بھول سکتا جو بہت سے مردوں کے لئے بھی نصیحت کا موجب بن سکتا ہے کہ گزشتہ ایام میں جب احراری فتنہ قادیان میں زوروں پر تھا اور ایک احراری ایجنٹ نے عزیزم میاں شریف احمد صاحب پر راستہ میں لاٹھی سے حملہ کیا تھا۔ جب انہیں ان حالات کا علم ہوا تو انہیں سخت تکلیف ہوئی۔ بار بار چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب سے کہتی تھیں ظفر اللہ میرے دل کو کچھ ہوتا ہے اماں جان (حضرت اُمّ المومنین) کا دل تو بہت کمزور ہے۔ ان کا کیا حال ہوگا۔ کچھ دنوں بعد چوہدری صاحب گھر میں داخل ہوئے تو انہیں معلوم ہوا جیسے مرحومہ اپنے آپ سے کچھ باتیں کر رہی ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ بے بے جی کیا بات ہے۔ تو مرحومہ نے جواب دیا کہ میں وائسرائے سے باتیں کر رہی تھی چوہدری صاحب نے کہا کہ آپ سچ مچ ہی کیوں باتیں نہیں کر لیتیں۔ انہوں نے کہا اس کا انتظام ہو سکتا ہے؟ چوہدری صاحب نے کہا کہ ہاں ہو سکتا ہے۔۔۔۔ چنانچہ مرحومہ نے لارڈ ولنگڈن سے نہایت جوش سے کہا کہ میں گاؤں کی رہنے والی عورت ہوں۔ میں نہ انگریزوں کو جانوں اور نہ ان کی حکومت کے اسرار

کو۔ہم نے حضرت مسیح موعودؑ سے سنا تھا کہ انگریزی قوم اچھی قوم ہے۔اور ہمیشہ تمہاری قوم کے متعلق دل سے دُعائیں نکلتی تھیں۔جب تمہاری قوم کے لئے مصیبت کا وقت آیا تھا رورو کر دُعائیں کیا کرتی تھیں کہ اے اللہ تو ان کا حافظ و ناصر ہو، تو ان کو تکلیف سے بچائیو۔لیکن اب جو کچھ جماعت سے خصوصاً قادیان میں سلوک ہو رہا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دُعا تو میں اب بھی کرتی ہوں کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کا حکم ہے لیکن اب دُعا دل سے نہیں نکلتی۔۔۔اس سیدھے سادے اور باغیرت کلام کا اثر لیڈی ولنگڈن پر تو اس قدر رہوا کہ اُٹھ کر مرحومہ کے پاس آ بیٹھیں اور تسلی دینی شروع کی اور اپنے خاوند سے کہا یہ معاملہ کیا ہے جس کی طرف تم کو خاص توجہ دینی چاہئے۔کتنے مرد ہیں جو اس دلیری سے سلسلہ کے لئے اپنی غیرت کا اظہار کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنی رَضا کی جنّتوں میں داخل کرے اور اپنے فضلوں کا وارث بنائے۔آمین ثم آمین

عزیزم چوہدری سر ظفر اللہ خاں صاحب سے وہ اپنے سب بیٹوں سے زیادہ محبت کرتی تھیں اور اکثر کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سب سے زیادہ عزت بھی دی ہے اور سب سے زیادہ میرا ادب بھی کرتے تھے۔'' (الفضل مؤرخہ 22 مئی 1938ء نمبر 188 جلد 26)

آپ کے کتبہ پر لکھی جانے والی عبارت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خود تجویز فرمائی۔اب وہ محبوب وجود ہمارے درمیان موجود نہیں۔اس پیارے چہرہ کو آنکھیں تلاش کرتی ہیں لیکن پا نہیں سکتیں۔ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے وافر رحمت کا سلوک فرمائے گا۔انشاءاللہ

(ماخوذ از میری والدہ تصنیف سر چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ)

دعائیہ اعلانات:

☆ مکرمہ حنا گل ماہ رمضان سب کے لئے رحمت اور برکت کا باعث بننے کے لئے نیز اپنے والدین کی صحت وسلامتی والی اور مسرتوں بھری زندگی کے لئے دُعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆ مکرمہ امتہ الرؤوف تمام بہنوں سے اپنے بیٹے سیّد طارق شاہ کی کامل شفایابی اور صحت والی فعال لمبی زندگی کے لئے دُعا کی درخواست کرتی ہیں اور تمام دعا کرنے والی ممبرات کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہیں۔اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا کرے۔آمین

☆ محترمہ ناصرہ ثانی لکھتی ہیں الحمدللہ میری نواسی عزیزہ عنایا احمد نے محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ساڑھے پانچ سال کی عمر میں قرآن پاک کا پہلا دور مکمل کیا ہے۔نیز میرے نواسے عماد الدین احمد نے قاعدہ ترتیل القرآن پڑھنا شروع کیا ہے۔دونوں کے نیک اور خادم دین ہونے کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

☆ محترمہ نازیہ بشارت تمام بہنوں سے اپنی صحت وتندرستی اور ہر قسم کی بیماری سے کامل شفایابی کے لئے نہایت عاجزانہ درخواست دعا کرتی ہیں۔

☆ محترمہ امتہ الرؤوف لکھتی ہیں کہ میری بیٹی سیّدہ سائرہ کو خدا تعالیٰ نے بیٹے سے نوازہ ہے۔خدا کے فضل سے نومولود وقف نو کی مبارک تحریک میں شامل ہے۔اس کے نیک، خادم دین، ماں باپ اور جماعت کے لئے قابل فخر اور سکینت کا موجب ہونے کے لئے درخواست دعا کرتی ہیں۔

☆ محترمہ شمع راحیلہ اپنی اور اپنی عاملہ کی صحت وتندرستی اور بہترین رنگ میں خدمت دین بجالانے کے لئے درخواست دُعا کرتی ہیں۔

☆ محترمہ سعیدہ نعیم اپنی تعلیمی کمیٹی کی ممبرات کی صحت وتندرستی اور احسن رنگ میں کام کرنے کے لئے دُعا کی درخواست کرتی ہیں۔

☆ محترمہ عتیقہ خلیل اپنی عاملہ کی صحت وتندرستی سے بہترین رنگ میں خدمتِ دین بجالانے کے لئے درخواست دعا کرتی ہیں۔

☆ محترمہ صالحہ مدثر اپنی بیٹی علیشہ زہرہ احمد کے نیک، خوش قسمت اور بہترین واقفہ نو بننے کے لئے درخواست دعا کرتی ہیں۔

☆ مکرمہ ثمینہ حفیظ اپنے شوہر کی صحت اور بچوں کی صحت اور کامیابی کے لئے دُعا کی درخواست کرتی ہیں۔

جَذبوں کے پَنچھی

یادوں کو سینے سے لگائے ایک زمانہ بیت گیا
اَشکوں کو پلکوں پہ بٹھائے ایک زمانہ بیت گیا

شب بھر اِس اُمید پر گزری چاند زمیں پر اُترے گا
قلب و نظر کے دیپ جلائے ایک زمانہ بیت گیا

جس نے جاں کو کیا مُعطّر میری روح کو مہکایا
اُس خُوشبُو سے ہاتھ مِلائے ایک زمانہ بیت گیا

عزمِ یقیں نے جُھکنے دیا نہ ہم کو غیر کے قدموں میں
بُت خانے میں سیس جُھکائے ایک زمانہ بیت گیا

روشن ہیں اِس اَرض و سَما کے مہر و نجم اور مہ پارے
اِن اَسرار سے پردہ اُٹھائے ایک زمانہ بیت گیا

چہک رہے ہیں پنچھی اَب بھی جذبوں کے اِس گُلشن میں
نغموں کو تھپکی سے سُلائے ایک زمانہ بیت گیا

کوئی بتائے اِن کے فیض کا پھر کب بچھے گا دسترخوان
اِن کے ہاتھ سے لُقمہ کھائے ایک زمانہ بیت گیا

سوزِ نفس سے نازؔ نے بھی کچھ شعر کہے ہیں اُلفت میں
اِن کو پھر سے دُھن میں لائے ایک زمانہ بیت گیا

طاہرہ زرتشت (نازؔ)

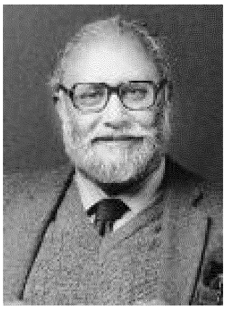

پہلا نوبل انعام یافتہ مسلمان سائنسدان ڈاکٹر عبد السّلام (مرحوم)

ریحانہ متین مجلس کرستیان ساند

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے فرمایا:

” میرے فرقے کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے ،،

پھر آپؑ نے فرمایا: ” یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا ،، (تجلیات الٰہیہ ،روحانی خزائن جلد 20 صفحہ :409:410)

اس عظیم پیشگوئی کی صداقت کے ثبوت کے لئے دلائلِ قاطعہ و براہینِ ساطعہ قطار در قطار دَست بَستہ کھڑے ہیں۔ دین کا میدان ہو یا دنیا کا جماعتِ احمدیہ نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر میدان میں اپنی فتح وظفر کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں اور کوئی نہیں جو جماعتِ احمدیہ کے علمِ کلام کے آگے کھڑا ہو سکے۔ ان علومِ دینیہ کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم میں بھی خدا تعالیٰ نے جماعتِ احمدیہ کو ہونہار سپوت عطا فرمائے ہیں جنہوں نے اپنے پیارے امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے موافق علم و معرفت میں کمال حاصل کیا اور توحید اور ایمان پر قائم رہتے ہوئے دُنیا سے اپنی قابلیت کا سِکّہ منوایا۔ چنانچہ ڈاکٹر عبد السلام ان ہونہار سپوتوں میں سے ایک سپوت ہیں ،جنہوں نے دنیاوی علوم کی ترقیات کی رفعتوں کو چھوا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مصداق ٹھہرے۔

15 اکتوبر 1979 کا دن اس صدی کا بہت اہم دن ہے۔ سویڈن کے شہر سٹاک ہوم Stock Holm سے اعلان ہوا کہ اس سال فزکس کا سب سے بڑا عالمی انعام دو امریکی سائنسدانوں کے ساتھ پہلے مسلمان سائنسدان کو دیا جاتا ہے۔ اُس صدی کے سب سے پہلے مسلمان سائنسدان (ڈاکٹر عبد السلام) نے یہ خبر لندن London میں سنی، ان کا سر خدا کی حمد میں جھک گیا۔ ان کے قدم خدا کے گھر کی طرف بڑھے اور وہ سیدھے بیت الفضل پہنچے اور خدا کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدے میں گر گئے۔

ان کے وجود سے بانی سلسلہ احمدیہ کی ایک عظیم الشان پیشگوئی پوری ہوئی تھی۔ الحمد للہ

اس عالمی نوبل انعام یافتہ مسلمان سائنسدان کا نام ڈاکٹر عبد السلام ہے۔ ڈاکٹر عبد السلام کا تعلق دریائے چناب کے کنارے واقع جھنگ شہر کے ایک گھرانے سے تھا۔ ان کے والد کا نام چوہدری محمد حسین اور والدہ کا نام ہاجرہ بیگم تھا۔ ان کے آباو اجداد پاک و ہند کے راجپوت خاندان کے شہزادوں میں سے تھے۔ ڈاکٹر عبد السلام کے جدّ امجد سعد بڈھن حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے۔

حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام کی تبلیغ کے لئے اپنے مریدوں کے ذمّہ مختلف علاقے کئے۔ ڈاکٹر عبد السلام کے بزرگوں کے ذمّہ جھنگ کا علاقہ کیا گیا۔ اس طرح یہ خاندان جھنگ آ کر آباد ہو گیا ان کے بزرگوں کو اس سلسلہ کا خلیفہ کہا جاتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کے والد مرحوم بیان کرتے ہیں کہ ” میں نے اپنے دادا حضرت میاں قادر بخش مرحوم اور اپنے والد حضرت میاں گل محمد مرحوم کو خلافت پر متمکن دیکھا۔۔۔ میرے والد میاں گل محمد رحمۃ اللہ علیہ قرآنِ کریم کے بڑے اچھے عالم تھے۔ والدہ ماجدہ تہجد گزار عورت تھیں۔،، (سرگزشت)

غرض مدتوں سے ڈاکٹر عبد السلام کا خاندان دیندار چلا آ رہا ہے۔ ان کے والد چوہدری محمد حسین مرحوم کے احمدی ہونے کا واقعہ یوں ہے کہ جب وہ اسلامیہ کالج لاہور میں پڑھتے تھے تو ایک شخص نے احمدیت کی مخالفت میں ایک انجمن بنائی اور انہیں اس میں شامل ہونے کے لئے کہا۔ انہوں نے کہا کہ اگر حضرت مرزا غلام احمد قادیانؑی سچے ہوئے تو پھر؟ اس شخص نے کہا یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس پر انہوں نے اِرادہ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے راہنمائی

حاصل کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے کثرت کے ساتھ سورۃ فاتحہ کی دُعا **اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ** (یعنی اے اللہ! ہمیں سیدھا راستہ دکھا) کرنی شروع کردی۔ ایک رات انہیں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی خواب میں زیارت ہوئی اور انہیں بتایا گیا کہ یہی وہ بزرگ ہیں جن کی آپ کو تلاش ہے۔ چنانچہ چوہدری محمد حسین صاحب نے قادیان جا کر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے مبارک ہاتھ پر بیعت کرلی۔ اگرچہ اس سے پہلے ان کے بڑے بھائی چوہدری غلام حسین صاحب اور والدہ احمدی ہو چکے تھے، تاہم ان کی بہت مخالفت ہوئی لیکن وہ اپنے ایمان پر مضبوطی سے جمے رہے پہلی بیوی کی وفات کے تین سال بعد چوہدری محمد حسین صاحب کا رشتہ حضرت حافظ نبی بخش صاحب پٹواری کی بیٹی محترمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ سے طے ہوا۔ اس رشتہ کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اجازت عطا فرمائی اور مسجد المبارک قادیان میں خود یہ نکاح پڑھایا اور بہت لمبی دُعا کروائی۔ مئی 1925ء کو شادی ہوئی اور شادی کے ایک ہفتے بعد دلہن اپنے والد کے پاس سنتو کھ داس ضلع ساہیوال چلی گئیں، جہاں ان کے والد ملازم تھے۔ 3 جون 1925ء کو انگلستان کے بادشاہ کا یومِ پیدائش تھا۔ چوہدری محمد حسین صاحب مغرب کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد احمدیہ جھنگ گئے۔ مغرب کی سنتیں ادا کرتے ہوئے قیام کی حالت میں وہ قرآنِ کریم کی یہ دُعا کر رہے تھے۔ **رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا......** (الفرقان۔75)

(یعنی اے ہمارے رب! ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔)

اس دوران ان پر کشفی حالت طاری ہوئی اور ایک فرشتہ ظاہر ہوا۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں ایک معصوم بچہ تھا۔ فرشتے نے وہ بچہ چوہدری محمد حسین صاحب کو پکڑایا اور کہا کہ اللہ کریم نے آپ کو بیٹا عطا فرمایا ہے۔ انہوں نے اس بچے کا نام پوچھا تو آواز آئی **!عبدالسلام!** یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے زبردست بشارت تھی۔ چوہدری صاحب نے خدا کا شکر ادا کیا اور ایک خط لکھ کر اپنی بیوی کو اس کشف سے آگاہ کیا۔

خدائی بشارتوں کے مطابق یہ بچہ ڈاکٹر عبدالسلام 29 جنوری 1926 جمعہ کے روز سنتو کھ داس میں پیدا ہوئے۔ بچے کی پیدائش پر چوہدری محمد حسین صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو نام رکھنے کے لئے خط لکھا تو حضور نے فرمایا:

”جب اللہ تعالیٰ نے خود نام رکھا ہے تو ہم کیسے دخل دیں“ (سرگزشت)

چنانچہ اس بچے کا نام عبدالسلام ہی رکھا گیا۔ عبدالسلام نے اپنی تعلیم گھر میں شروع کی۔ ان کی والدہ نے اللہ کا نام لے کر انہیں الف ب شروع کروائی اور جلد ہی وہ لکھنے پڑھنے کے قابل ہوئے۔ بہت چھوٹی عمر میں انہوں نے قرآن کریم پڑھ لیا اور اس کا ترجمہ بھی سیکھ لیا۔ بچپن میں ان کے والد انہیں آسان اخلاقی کہانیوں کی کتابیں اور رسالے لا کر دیتے جنہیں وہ دلچسپی سے پڑھتے۔ ان کے والد انہیں نت نئی کہانیاں سناتے اور پھر ان سے وہی کہانیاں سنتے۔ اس طرح ان کا حافظہ بڑھتا گیا اور پڑھائی کا شوق پیدا ہوتا رہا۔ جب وہ ساڑھے چھ سال کے ہوئے تو ان کے والد انہیں اسکول داخل کروانے لے گئے۔ ہیڈ ماسٹر نے بچے کی قابلیت دیکھ کر انہیں سیدھا تیسری جماعت میں داخل کیا۔ انہیں مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ ان کی بہن کہتی ہیں:

”بھائی جان بچپن سے ہی اپنی تعلیم میں ایسے مصروف رہتے تھے کہ کبھی انہیں بیکار گپ شپ یا کھیل کود میں وقت ضائع کرتے نہیں دیکھا کھانے کے دوران بھی مطالعہ جاری رہتا تھا۔ ڈاکٹر عبدالسّلام نہ صرف پڑھائی میں لائق تھے بلکہ اور بھی بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔ چھوٹی عمر سے ہی نمازوں کے پابند تھے اور وقت بالکل ضائع نہیں کرتے تھے۔ گالی گلوچ سے پرہیز کرتے تھے اور اپنے ماں باپ، استادوں اور سب بزرگوں کا احترام کرتے تھے۔“

ان کی ایک بہن محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ ان کے بچپن کے بارے میں بیان کرتی ہیں۔

''بھائی جان کوکبھی اونچی آواز میں بات کرتے یا کسی سے گالی گلوچ کرتے نہیں دیکھا۔ والدین اور بزرگوں کا بے حد احترام کرتے۔ ابّا جان کے ایک لاولد چچا تھے۔ بھائی جان نے ان سے بہت دُعائیں لیں۔ بھائی جان کا پسندیدہ کام یہ تھا کہ جمعہ کے دن مسجدِ احمدیہ میں صفائی کرنی اور ہمیشہ مغرب سے پہلے مسجد میں جا کر اذان دینی۔ سادگی بچپن سے طبیعت میں بھری ہوئی تھی۔ بچپن میں گھر کے دُھلے ہوئے کپڑے پہنتے۔ کبھی انہیں اس فیشن میں نہیں دیکھا کہ جب تک اچھے کپڑے نہ ہوں باہر نہیں جانا۔ جو ملا پہن لیا۔،،

1938ء میں انہوں نے مڈل پاس کیا اور ضلع بھر میں اوّل آئے اور چھ روپے ماہوار وظیفہ حاصل کیا، اس وقت ان کی عمر صرف 12 سال تھی۔

1940ء میں عبدالسلام نے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور پنجاب یونیورسٹی میں نہ صرف اوّل آئے بلکہ نیا ریکارڈ قائم کیا۔ اس وقت ان کی عمر صرف 14 برس کی تھی۔ گورنمنٹ کی طرف سے عبدالسلام کو 20 روپے وظیفہ ملا اور کالج کی طرف سے انہیں خالص سونے کا میڈل دیا گیا۔

میٹرک کا نتیجہ نکلنے سے پہلے عبدالسلام کے والد کو خواب میں شربت پلایا گیا جس کی تعبیر عبدالسلام کی اعلیٰ کامیابی کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ آپ بڑے محنتی اور ذمہ دار طالبِ علم تھے۔ ان کی والدہ بیان کرتی ہیں:

''عبدالسلام جب سائنس کی تعلیم حاصل کرتا تھا تو روزرات کو کہتا کہ امّی مجھے پڑھنا ہے۔ آپ صبح سویرے چار بجے ضرور اُٹھا دیں اور میں چار بجے اسے اُٹھانے جاتی تو وہ پہلے سے ہی جاگ گیا ہوتا اور اپنی پڑھائی میں مصروف نظر آتا تھا۔ کبھی ایسا نہ ہوا کہ وہ مجھے سویرے سوتے ہوئے ملا ہو اور مجھے اُسے جگانا پڑا ہو۔ نہ معلوم وہ کب اور کتنے اندھیرے سے اُٹھ بیٹھتا تھا۔ اسے بچپن ہی سے علم سے محبت تھی اور ہمیشہ پڑھائی میں اوّل آتا رہا۔،، (مشرق لاہور 19 اکتوبر 1979)

سلام نے یہ سب کامیابیاں ایک ایسے گھر میں رہ کر حاصل کیں جو کہ بہت چھوٹا تھا۔ اس میں بجلی بھی نہ تھی، چھوٹے بہن بھائی بھی کافی تھے، گھر میں شور بھی بہت ہوتا ہوگا لیکن سلام ان حالات میں نہ ناصرف خود اعلی کامیابیاں حاصل کرتے رہے بلکہ اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کی بھی تعلیم میں مدد کرتے اور خود رات کی خاموشی میں دیا جلا کر محنت کرتے۔

1944 میں سلام نے بی اے آنرز کیا اور ہر مضمون میں اوّل آئے 90.5 فیصد نمبر لے کر نیا ریکارڈ قائم کیا اور سونے اور چاندی کے میڈل حاصل کئے۔ 1946 میں سلام نے اسی کالج سے ریاضی میں ایم۔اے کیا اور 95.5 فیصد نمبر کر یونیورسٹی میں اوّل آئے۔ غرض عبدالسلام سکول سے لے کر ایم۔اے تک ہر امتحان میں اوّل آتے رہے اور اس دوران کل سات میڈل حاصل کئے۔

ڈاکٹر صاحب اپنی تحقیق کی بنیاد ہمیشہ قرآنِ کریم پر رکھتے اور احادیثِ نبوی اور کتب حضرت مسیح موعودؑ سے مدد لیتے تھے۔ ہمیشہ دُعاؤں سے کام لیتے تھے۔ بہت بڑھ چڑھ کر مالی قربانی اور غریبوں کی امداد کرتے تھے۔ اتنی عزت کے باوجود بہت سادہ انسان تھے۔ ڈاکٹر عبدالسلام کے تحقیقی کیریئر کا آغاز 50-1949ء میں ہوا تھا اور وہ 1993ء تک مسلسل تحقیقی کاوشیں کرتے رہے، بہت کم لوگ ہیں جن کی تحقیق کا عرصہ اتنا طویل ہو۔ (خالد ڈاکٹر عبدالسلام نمبر دسمبر 1997 صفحہ نمبر 140)

اس بات کا قوی امکان تھا کہ انہیں دوبارہ نوبل انعام ملے لیکن ان کی صحت بہت خراب ہوگئی اور وہ پارکنسن (Parkinson's) سے ملتی جلتی ایک خطرناک بیماری میں مبتلا ہوگئے جس میں پٹھوں کی حرکت متاثر ہوتی ہے۔ جب تک ہمت رہی وہ ویل چیئر پر بھی اپنی سرگرمیوں میں لگے رہے سفر بھی کرتے رہے اور مختلف ممالک کے دَورے بھی کئے۔ حتی کہ چلنے پھرنے کے بالکل قابل نہ رہے۔ نہایت صبر اور حوصلے کے ساتھ اُنھوں نے بیماری کو برداشت کیا۔

یہ پہلا احمدی سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام بالآخر 21 نومبر 1996ء کو لندن میں صبح آٹھ بجے اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گیا۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ وفات کے وقت آپ کی عمر اکہتر 71 سال تھی۔

22 نومبر 1996ء کو جمعہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبدالسلام صاحب کی نمازِ جنازہ مسجد فضل لندن کے باہر پڑھائی جس میں کثرت سے احباب شامل ہوئے۔ جنازہ پڑھانے سے قبل حضور نے اپنے بابرکت ہاتھوں سے ان پر کچھ چھڑکا اور محبت بھری نگاہوں سے دیر تک دیکھتے رہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام کی شدید خواہش تھی کہ ان کو ان کے وطن پاکستان میں ان کے والدین کے قدموں میں دفن کیا جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خواہش کو قبول فرمایا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمۃ اللہ تعالیٰ کی اجازت اور منظوری سے ان کا تابوت جہاز پر لندن سے لاہور لایا گیا۔ وہاں پر بھی ان کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ 24 نومبر شام سات بجے تابوت ربوہ پہنچایا گیا۔ ڈاکٹر صاحب کے بیوی بچے لندن سے ساتھ آئے تھے۔ باقی رشتہ دار بھی اور جماعت احمدیہ کے بہت سارے لوگ بھی اس موقع پر ربوہ پہنچ گئے جہاں حضرت مرزا منصور احمد صاحب ناظرِ اعلیٰ و امیر مقامی نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور نہایت وقار اور نظم و ضبط کے ساتھ ہزاروں لوگوں کے جلوس میں انہیں بہشتی مقبرہ ربوہ پہنچایا گیا جہاں ان کے والدین کی قبروں والے قطعہ (نمبر 12) میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔

روزنامہ پاکستان لاہور نے یکم دسمبر 1996ء کی اشاعت میں لکھا، دُنیا بھر کے ذرائع ابلاغ اور یونیورسٹیوں نے ان کی وفات پر بڑا سوگ منایا ہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام کی پہلی برسی ان کے قائم کردہ سینٹر ٹریسے (اٹلی) میں منائی گئی۔ جہاں عصرِ حاضر کے مشہور ترین اور اہم ترین ماہرین طبیعات (جن میں کئی نوبل انعام یافتہ بھی تھے) نے متفقہ طور پر ICTP کا نام تبدیل کر کے عبدالسلام سینٹر رکھ دیا۔ جدید تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ ایک عظیم ادارے کا نام تیسری دنیا کے ایک سائنسدان کے نام پر رکھا گیا ہو۔ یہ بھی آپ کے اللہ تعالیٰ کا ایک نشان ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی اہلیہ کا نام محترمہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ تھا جو کہ پاکستان میں مقیم تھیں ان کے بطن سے کل تین بیٹیاں اور ایک بیٹے ہوئے جبکہ دوسری اہلیہ کا نام محترمہ لوئس جانسن سلام صاحبہ ہے ان سے بھی اللہ نے ایک بیٹی اور ایک بیٹا عطا کیا۔

اب یہ ہمارا بہت ہی پیارا، علموں کا خزانہ، دنیاوی علوم میں بھی روحانی علوم میں بھی ترقی کرنے والا، ہمارا پیارا ساتھی اور بھائی ہم سے جدا ہوا۔ اللہ کے حوالے، اللہ کی پیار کی نگاہیں ان پڑیں اور ان کو سنبھال لیں اور اس کے علاوہ ان کی اولاد کے لئے بھی یہی دُعا کریں کہ خدا ان سے ہمیشہ حسنِ سلوک رکھے اور ان کی دُعاؤں کو آگے بھی ان کی نسلوں میں جاری کردے جو ان کے حق میں قبول ہوئیں۔

(الفضل انٹرنیشنل لندن 10 تا 16 جنوری 1997)

ماخوذ از (پہلا احمدی مسلمان سائنسدان عبدالسلام،، شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ، alislam.org)

لجنات حضور انور کے ارشاد کے مطابق روزانہ دو نفل کا التزام کریں۔ جماعت ناروے نے نفلی روزہ کے لئے ہر سوموار کا دن مقرر کیا ہوا ہے۔ جزاکم اللہ

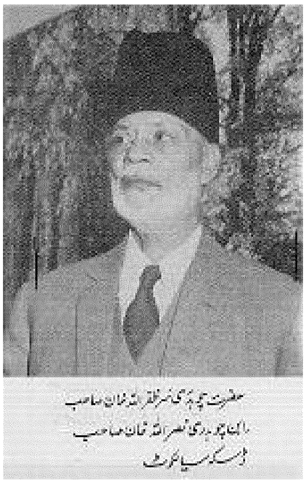

سیرت حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ

نسیم مظفر مجلس نصر اوّل

حضرت چوہدری سر ظفر اللہؓ خان صاحب 6 فروری 1892ء کو ضلع سیالکوٹ پاکستان کے ایک قصبہ ڈسکہ میں ایک معزز زمیندار خاندان کے ایک گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحب تھا اور آپ ایک قابل وکیل اور ایک صاحبِ علم اور خدا ترس آدمی تھے۔ آپ کی والدہ کا نام حضرت حسین بی بی صاحبہ اور آپ ایک نیک اور پاکباز خاتون تھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بحیثیت امام مہدی ظہور ہو چکا تھا چنانچہ اور بہت سے سعید فطرت لوگوں کی طرح آپؓ کے والدین کو بھی نور نبوت پہچاننے کی توفیق ملی اور حضرت مسیح موعودؑ کے رفیق بننے کی سعادت ملی۔ ان کے ہاں پیدا ہونے والے بچے کا نام حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان تھا۔ بچپن میں کافی لمبا عرصہ آشوب چشم (آنکھوں کی ایک تکلیف دہ بیماری) کی وجہ سے بیمار رہے جس کی وجہ سے اس بات کا گمان بھی محال تھا کہ آپ عملی زندگی میں کوئی کامیاب وجود بن سکیں گے لیکن آپ کے بزرگ والدین کی دُعائیں اور ان سے بھی بڑھ کر سیدنا حضرت مسیح موعودؑ اور آپؑ کے مقدس خلفاء کی دُعائیں اس وجود کے حق میں دربارِ الٰہی میں کچھ اس طرح شرفِ قبولیت پا گئیں کہ وہ وجود بہت سارے ایسے اعزازات کا حامل ہوا جن میں آپ کو انفرادیت اور خاص امتیاز ہے مثلاً آپ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ نامزد کئے گئے اور مسلسل سات سال تک اس عہدہ پر فائز رہنے والے واحد وجود تھے۔ عالمی عدالت انصاف کے پہلے پاکستانی جج، نائب صدر اور پھر اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے پہلے پاکستانی صدر، پہلے فرد جنہوں نے عالمی عدالت انصاف اور اقوام متحدہ دونوں کی سربراہی کا اعزاز حاصل کیا۔ اس کے علاوہ بھی ان گنت اعزاز آپ کے سینے پر سجے۔ آپ کا وجود حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے کئی الہامات کا مصداق ٹھہرا اور آپؑ کی کئی پیشگوئیوں کا ظہور آپؓ کی ذات میں ہوا۔

ابتدائی تعلیم

آپؓ نے اپنی ابتدائی تعلیم شہر سیالکوٹ سے حاصل کی اور میٹرک کے بعد لاہور چلے آئے یہاں گورنمنٹ کالج لاہور جیسے بلند پایہ علمی درسگاہ سے انٹرمیڈیٹ اور پھر گریجوایشن مکمل کی۔ (حضرت چوہدری ظفر اللہ خان خدام الاحمدیہ پاکستان ص 1.2)

حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت سے مشرف ہونا

تعلیم کے دوران ایک عظیم الشان شرف جو حاصل ہوا وہ یہ کہ آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کی سعادت پہلی مرتبہ 3 ستمبر 1904 کو نصیب ہوئی۔ آپؓ بتاتے ہیں: جس دن حضرت مسیح موعودؑ کی موجودگی میں حضورؑ کا لیکچر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے لاہور میلا رام کے منڈل میں پڑھ کر سنایا تھا اس موقع پر میرے والد صاحب لیکچر سننے کے لئے سیالکوٹ سے لاہور گئے تھے اور میری خوش نصیبی کہ مجھے بھی ساتھ لے گئے تھے۔ میری نشست پلیٹ فارم پر حضورؑ کے قدموں کے قریب ہی تھی اور میں سارا وقت حضورؑ کے مبارک چہرے پر ٹکٹکی لگائے رہا تھا۔

حضورؑ کے قیام سیالکوٹ کے دوران آپؓ کو کئی بار حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی اور انہی دنوں آپؓ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زیارت بھی پہلی بار نصیب ہوئی۔ (تحدیث نعمت صفحہ 5)

حضرت مسیح موعودؑ سے بیعت کا شرف

آپؓ تحریر کرتے ہیں: اسی سال گرمیوں کی تعطیل میں والد صاحب کے نام حضرت خلیفہ اوّل مولوی نور الدینؓ صاحب کا خط آیا جس کا مضمون فقط

اتنا تھا کہ آپ اپنے بیٹے کی بیعت کرادیں۔ میں نے بھی وہ خط پڑھ لیا۔ میں صدقِ دل سے حضورؑ پر ایمان رکھتا تھا۔ بیعت کرنے میں مجھے کسی قسم کا تامل نہیں تھا، میں تو اپنے تئیں اس وقت سے احمدی سمجھتا تھا جب میرے والدین نے 1904ء میں بیعت کی تھی۔ حضرت مولوی صاحبؓ کے خط سے البتہ یہ معلوم ہوا کہ مجھے خود بھی بیعت کرنی چاہیئے۔ والد صاحب ہر سال ستمبر میں قادیان حاضر ہوتے تھے اور مجھے بھی ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ 16 ستمبر 1907ء کو بعد نماز ظہر مسجد مبارک میں حضورؑ کے دست مبارک پر بیعت کی سعادت پائی۔ (تحدیث نعمت صفحہ 7,8)

حضرت مسیح موعودؑ کی حیات میں حضورؑ کی مجالس میں آپؓ کی حاضری

ستمبر 1904ء سے لے کر حضورؑ کے وصال تک آپؓ کو کئی دفعہ حضورؑ کی مجلس میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ستمبر کی تعطیلات اور سالانہ جلسہ کے ایام میں آپ اپنے والد کے ہمراہ قادیان حاضر ہوتے۔ حضورؑ جب سیر کو تشریف لے جاتے تو آپ بھی خدام کے ساتھ رہا کرتے اور ظہر و عصر کی نمازوں کے بعد مسجد مبارک میں بھی حضورؑ کی مجلس میں حاضر رہتے۔ کسی خاص مہمان کے آنے یا رخصت ہونے پر بھی بعض دفعہ حضورؑ باہر تشریف لاتے یا مسجد مبارک میں تشریف فرما ہوتے تو آپؓ کو زیارت کا شرف حاصل ہو جاتا۔ **تعلق اور وابستگی کا گہرا رشتہ جو آپؓ** کا حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سے قائم ہوا اللہ تعالیٰ نے آپ کو کس وفا و اخلاص کے ساتھ اسے نبھانے کی توفیق بخشی۔ اسی سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں: ''ایک دفعہ BBC کے نمائندہ نے انٹرویو لیتے ہوئے اچانک آپ پر سوال کیا کہ **آپ کی زندگی کا سب سے بڑا واقعہ کیا ہے؟** ''بے تکلف سوچنے کے لئے ذرا بھی تردّد نہ کرتے ہوئے آپ نے فوراً یہ جواب دیا کہ **میری زندگی کا سب سے بڑا واقعہ وہ تھا**۔ جب میں اپنی والدہ کے ساتھ حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے مبارک چہرہ پر نظر ڈالی اور آپ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ تھما دیا۔ اس دن کے بعد پھر وہ ہاتھ آپ نے کبھی واپس نہیں لیا۔ مسلسل ہاتھ تھمائے رکھا اور جو عظمتیں بھی آپ کو ملی ہیں اس وفا کے نتیجہ میں ملی ہیں، اس استقلال کے نتیجہ میں ملی ہیں اور نیکی پر صبر اختیار کرنے کے نتیجہ میں ملی ہیں۔ ہمیشہ اپنے آپ کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے تابع فرمان کے طور پر زندہ رکھا ہر میدان میں، ہر علم کے میدان ہر جدوجہد کے میدان میں ہر اندرونی تجربے کے میدان میں آپ پر یہ احساس غالب رہا کہ میں نے اللہ کے ایک مامور کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا ہے اور جہاں تک میرا بس چلتا ہے جہاں تک مجھے خدا کی طرف سے توفیق عطا ہوتی ہے میں اس کے تقاضے پورے کرتا رہوں گا اور خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ نہایت عمدگی کے ساتھ نہایت ہی اہلیت کے ساتھ ان تقاضوں کو پورا کیا''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 6 ستمبر 1985ء بحوالہ ماہنامہ خالد صفحہ 18، 9 دسمبر جنوری 1985.86ء) (حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان صفحہ 3.4)

اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان

گورنمنٹ کالج لاہور سے گریجوایشن مکمل کرنے کے بعد آپ کے والد صاحب نے آپ کو اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان بھجوانے کا فیصلہ کیا۔ آپ نے خود بھی دُعا کی اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کو بھی دُعا کی درخواست کی اور بارگاہ خلافت سے اجازت کے بعد آپ نے یہ سفر اختیار فرمایا۔ قبل از سفر حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے آپ کو نہایت کارآمد اور مفید نصائح سے بھی نوازا۔ آپ نے انگلستان قیام کے دوران نہ صرف قانون کی اعلیٰ تعلیم بار ایٹ لاء کو اعزاز کے ساتھ مکمل کیا بلکہ پیغامِ حق پہنچانے کی بھی سعادت حاصل کرتے رہے۔ نومبر 1914ء میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ ہندوستان واپس لوٹ آئے۔

قانون کی پریکٹس

واپس آنے کے بعد آپ نے سیالکوٹ میں قانون کی پریکٹس شروع کر دی۔ اس دوران بعض اہم جماعتی مقدمات میں بھی خدمت کی توفیق پائی۔

کچھ عرصہ بعد آپ لاہور تشریف لے آئے اور وہاں قانون کی پریکٹس کے ساتھ ساتھ ایک لمبا عرصہ بطور امیر جماعت لاہور خدمت کی توفیق پائی۔

تحریک پاکستان کے ایک سرگرم رکن

آپؓ نے حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات کے ماتحت تحریک پاکستان کے ایک سرگرم کارکن کے طور پر بھی عظیم الشان خدمات انجام دیں جن میں سے ایک **بطور صدر آل انڈیا مسلم لیگ کام کرنے کی توفیق** پانا ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح آپ پر خاص اعتماد کیا کرتے تھے اور آپ ان کے خاص رفقاء میں شامل تھے چنانچہ اسی بناء پر باؤنڈری کمیشن (پاکستان اور ہندوستان کی سرحدوں کی تعین کے لئے حکومت کا قائم کردہ کمیشن) کے سامنے بھی مسلمانوں کا کیس آپ کو پیش کرنے کے لئے کہا اور آپ نے کشمیر کی پاکستان میں شمولیت کی کئی بار بہت عمدہ رنگ میں وکالت کی۔

پاکستان کے دونہایت وقیع عہدے

آپ کی نہایت محنت ایمانداری اور خلوص کو دیکھتے ہوئے قائداعظم نے قیامِ پاکستان کے بعد مملکتِ پاکستان کے دونہایت وقیع عہدے آپ کے سامنے رکھے کہ جس کو چاہیں قبول فرمائیں۔ **(1) چیف جسٹس آف پاکستان (2) وزیرخارجہ**۔ چنانچہ آپ نے **وزیرخارجہ بننا قبول کیا** اور بطور وزیر خارجہ پاکستان کو بین الاقوامی سطح پر متعارف کروانے کے علاوہ مقبوضہ کشمیر کے لئے بھی نہایت احسن رنگ میں خدمات کی توفیق پائی۔ آپ نے مسلسل سات سال یعنی 1954ء تک بطور وزیرخارجہ اپنے فرائض منصبی نہایت ایمانداری، محنت اور خلوص کے ساتھ ادا کئے۔ بطور وزیرخارجہ اپنے فرائض سے سبکدوشی کے بعد ایک اور نہایت اعلیٰ اعزاز آپ کے حصہ میں آیا۔ آپ کو 1954 تا 1961ء بطور جج اور نائب صدر عالمی عدالت انصاف میں خدمات کی ادائیگی کی توفیق ملی۔ 1961ء میں عالمی عدالت انصاف سے سبکدوشی کے بعد حکومت پاکستان نے اقوام متحدہ کے دفاتر واقع نیویارک میں آپ کو اپنا سفیر اور مستقل نمائندہ مقرر کیا جہاں 1964ء تک آپ نے اس حیثیت میں فرائض ادا کئے۔ اسی دوران اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس منعقدہ 1962,1963ء کی صدارت کے اعزازات بھی آپ کے حصہ میں آئے۔

عالمی عدالت کی صدارت

فروری 1970ء میں ہالینڈ کے شہر ہیگ میں واقع بین الاقوامی عدالت انصاف کا آپؓ کو صدر یعنی چیف جسٹس مقرر کیا گیا اور عہدہ کے مطابق 3 سال آپ نے یہ فرائض انجام دیئے اس عہدہ پر آپ کا منتخب ہونا ایک خدائی بشارت کا ظہور اور کئی نشانات کا ظہور میں آنا تھا **آپؓ فرماتے ہیں**:
اس کی قدرتوں کی انتہا نہیں۔ اس انتخاب سے 36 سال قبل میری والدہ مرحومہ نے ایک مبشر خواب دیکھا تھا۔ جس دن خواب دیکھا اسی صبح کو مجھ سے بیان کیا: ''کہ میں اپنے سیالکوٹ کے فلاں کمرے میں ہوں اور اس کمرے کی کھڑکی کے باہر ایک نہایت دل لبھانے والا کرۂ نور آہستہ آہستہ کھڑکی کی ایک جانب سے دوسری جانب حرکت کر رہا ہے، جب کھڑکی کے عین وسط میں پہنچا تو ایک پُرشوکت آواز آئی **''ہوگا چیف جسٹس ظفر اللہ خان نصر اللہ خان کا بیٹا''** اور وقفے کے بعد پھر اسی طرح یہ لفظ دہرائے گئے **''ہوگا چیف جسٹس ظفر اللہ خان نصر اللہ خان کا بیٹا۔''**

(حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان ص17.18،)

جماعتی خدمات

اگر آپ کی جماعتی خدمات پر نظر ڈالی جائے تو آپ کو جس طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا کی حسنات سے نوازا اور مندرجہ بالا عالمی اعزازات عطا کئے اسی طرح دینی حسنات سے بھی مالا مال کیا اور مقبول خدماتِ دینیہ کے بھی بے پناہ مواقع آپ کے حصہ میں آئے جن میں سے چند کا مختصر ذکر پیش خدمت ہے۔
حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو جماعت احمدیہ لاہور کا امیر مقرر فرمایا چنانچہ آپ 1919ء تا 1935ء تک یہ خدمات بجالاتے رہے۔ اسی دوران

جون 1921ء میں لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند کی خدمت میں جماعت احمدیہ کا سپاسنامہ پڑھنے کے لئے آپ کو مقرر کیا گیا۔ فروری 1922ء میں ڈیوک آف ونڈسر شہزادہ ویلز کی لاہور تشریف آوری کے موقع پر سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ان کو پیغامِ حق پہنچانے کی غرض سے ایک رسالہ ''تحفہ شہزادہ ویلز'' کے نام سے تصنیف فرمایا: اس رسالہ کو پرنس آف ویلز کو پیش کرنے والے جماعت احمدیہ کے وفد میں شامل ہونے کی آپ کو بھی توفیق ملی۔ 1924ء کی مجلس مشاورت کے موقع پر سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی بطور سیکرٹری معاونت خدمت کی توفیق ملی اور اسی طرح دیگر 17 مواقع پر بھی یہ سعادت آپ کے حصہ میں آئی۔ اسی سال حضرت مصلح موعودؓ کے سفر یورپ کے دوران حضورؓ کا معرکۃ آراء مضمون بعنوان ''احمدیت'' پڑھ کر سنانے کی سعادت بھی آپ کے حصہ میں آئی۔

جلسہ سلور جوبلی کے موقع پر اپنے امام کی خدمت میں نذرانہ

1939ء میں جماعت احمدیہ میں خلافت ثانیہ کے قیام پر پچیس سال پورے ہونے کے موقع پر حضرت مصلح موعودؓ کی اجازت سے آپ نے احباب جماعت کو اس مبارک موقع پر ایک معقول رقم بطور نذرانہ اپنے محبوب امام کی خدمت میں پیش کرنے کی تحریک فرمائی: حضور اس کو جس طرح چاہیں اشاعت دینِ حق کی مہمات عظیمہ میں استعمال فرمائیں۔ چنانچہ دسمبر 1939ء میں جلسہ سلور جوبلی قادیان کے موقع پر آپ نے بطور نذرانہ 3 لاکھ روپے کی خطیر رقم حضور اقدس کی خدمت میں پیش فرمائی اور اپنی طرف سے بطور نذرانہ 10 ہزار روپے بھی پیش کئے۔

(یہ سارا حصہ شائع کردہ خدام الاحمدیہ پاکستان ص،3 تا 9 سے لیا ہے)

انفاق فی سبیل اللہ

آپ کا وجود گویا سراپا قربانی تھا بلکہ مجسمہ ایثار و وفا تھا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ نے جون 1944ء میں جب احباب جماعت کو وقف جائیداد کی تحریک فرمائی تو اُس وقت اس جانثار دینِ حق و احمدیت نے اپنی تمام جائیداد اپنے محبوب امام کے قدموں پر نچھاور کرتے ہوئے وقف کے لئے پیش کردی۔

آپ کے بھتیجے مکرم چوہدری ادریس نصر اللہ خاں صاحب لکھتے ہیں کہ آپ انتہائی درجہ کے سخی تھے لاکھوں اور کروڑوں روپے کمائے لیکن اپنی ذات کے لئے محض ضروریات کی حد تک رکھ کر باقی سب کچھ ضرورتمندوں کی بھلائی اور خدمت میں صرف کرتے رہے۔ آخر کار یہ بھی ہوا کہ اپنی ضروریات کے لئے صرف 60.70 پونڈ رکھتے تھے اس کے علاوہ باقی آمدنی کو ذہنی طور پر اپنی آمدنی کا حصہ ہی تصور نہیں کیا کرتے تھے۔ سامان تعیش کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ آسائشوں کے معاملہ میں بھی بہت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ لمبا عرصہ یورپ میں بغیر گاڑی کے گزارا کرتے۔ 1963ء سے لے کر اپنی وفات تک آپ نے کبھی کار نہیں رکھی۔ آپ کا قیام 1963ء سے 1974ء تک بطور جج عالمی عدالت انصاف ہالینڈ میں اور فروری 1974ء سے 1983ء تک انگلستان میں رہا۔ آپ نے تن آسانی کے لئے یہ خرچ گوارہ نہ کیا۔ پیدل دفتر تشریف لے جاتے اور واپسی بس پر ہوتی۔ انہیں دنوں آپ نے لاکھوں روپے کے خرچہ سے لندن مشن ہاؤس کی موجودہ عمارت بنوانے کا اعزاز حاصل کیا، لاکھوں روپے کے وظائف بیوگان، یتیموں کی امداد کے طور پر دینے کی سعادت حاصل کی۔ آپ کی کفایت شعاری اور انفاق فی سبیل اللہ کے واقعات تو پرانے زمانے کی محیر العقول داستانیں معلوم ہوتے ہیں لیکن یہ حقیقت اور امر واقعہ ہے جس کے بے شمار لوگ عینی شاہد ہیں۔ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ان کے پاس کچھ نہیں ہوتا تھا مگر اطمینان و سکون اور رضائے الٰہی کی لازوال دولت انہیں میسر تھی۔ ہزاروں گھروں میں انہیں کے دم سے چراغ جلتے تھے۔ ان لوگوں کی دُعائیں ہی اس بے نفس وجود کا سرمایہ اور جائیداد تھی۔ (بحوالہ ماہنامہ خالد حضرت چوہدری ظفر اللہ خان، نومبر، دسمبر 1985,1986 صفحہ 9.10)

قرآن کریم سے عشق

قرآن کریم سے عشق بھی آپؓ کی حیات کا ایک زریں باغ ہے۔آپ اپنی کتاب تحدیث نعمت میں تحریر کرتے ہیں کہ اولاد پر ماں باپ کے احسانات کا سلسلہ لامتناہی ہوتا ہے مجھ پر میرے والد صاحب کے بے پایاں احسانات میں سے ایک احسانِ عظیم یہ تھا کہ انہوں نے مسلسل توجہ فرما کر کالج جانے سے پہلے قرآن کریم کے سادہ ترجمے سے شناسا کرا دیا اس کے نتیجہ میں قرآن کریم کے ساتھ میری اجنبیت دُور ہوگئی اور میرے دل میں قرآن کریم کا احترام اور عزت قائم ہوگئے اور مجھے قرآن کریم سے محبت ہوگئی۔ (تحدیث نعمت صفحہ 6)

آپ کو قرآن کریم کی خدمت کا نہایت اہم موقع اس طرح میسر آیا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے انگریزی خواں طبقہ تک علوم قرآن کو پہنچانے اور قرآنی معارف ان کی زبان میں میسر کرنے کی تحریک فرمائی تو آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کو تفسیر صغیر کے ترجمہ کے اسلوب پر ڈھالا۔یہ بھی بات قابلِ ذکر ہے کہ اس کے ابتدائی حصہ پر نظر ثانی قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمدؓ ایم اے اور حضرت مولوی محمد دین صاحب نے فرمائی تھی۔آپ کی یہ عظیم خدمتِ قرآن ایک جاری وساری صدقہ جاریہ ہے۔

عمرہ اور حج کی سعادت

مارچ 1958ء میں آپ کو حجاز مقدس کے بابرکت سفر کی توفیق ملی اور آپ نے عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ روضہ رسولؐ پر حاضری اور دُعا کی سعادت بھی پائی۔اس سفر کے دوران آپ سے عظیم المرتبت شخصیت سعودی فرمانروا جلالۃ الملک سلطان عبدالعزیز ابن سعود نے نہ صرف ملاقات کی بلکہ شاہی مہمان خانہ میں بھی ٹھہرایا۔مارچ 1967ء میں آپ کو حج بیت اللہ کی سعادت بھی ملی۔

خلافت کے ادوار

آپ کی خوش نصیبی ہے کہ آپ نے چار خلفاء کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت پائی۔آپؓ خود تحریر فرماتے ہیں: حضرت مسیح موعودؑ کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل ہونا اپنے لئے سعادت عظمیٰ شمار کرتا ہوں اور یہ یقین رکھتا ہوں کہ یہ سعادت فیوض آسمانی کے دروازوں کے کھلنے کا موجب تھی۔ہستی باری تعالیٰ پر زندہ اور محکم ایمان اور عشق رسولؐ اس ناچیز نے حضورؑ سے حاصل کیا۔حضرت خلیفہ اوّلؓ کی شفقت اور توجہ ایک بہت بڑا انعام تھی۔آپؓ کا ارشاد ’’میاں ہم نے تمہارے لئے بہت دُعائیں کی ہیں‘‘ کس قدر انعامات اور فیوض کی خوشخبری تھا آپؓ کا اس ناچیز کو اپنے مبارک ہاتھوں سے لکھے ہوئے محبت ناموں میں ’’ظفر اللہ باشی ارشد وار جمند باشی‘‘ کے دُعائیہ القاب کے ساتھ یاد فرمانا اور ہمت بڑھانا میرے لئے بہت خوشی اور انبساط کا موجب تھا۔پھر نصف صدی سے زائد عرصہ کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طرف سے جن الطاف و کرام،جس شفقت و محبت جس توجہ اور احسان کا پیہم مورد یہ عاجز رہا اس کا اندازہ بھی خاکسار کے لئے ممکن نہیں۔اس نصف صدی کے دوران خاکسار محسوس کرتا تھا کہ میری زندگی ایسے ہی محفوظ ہے جیسی ایک طفلِ نادان و بے بس کی زندگی اس کی ماں کی گود میں محفوظ ہوتی ہے۔میری زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں تھا جو حضور اقدس کی توجہ کے فیضان سے متمتع نہ ہو۔ (تحدیث نعمت صفحہ 732,733)

خلافتِ ثالثہ کے دَور میں آپ کی مصروفیات

فروری 1973ء میں عالمی عدالت انصاف سے ریٹائرمنٹ کے بعد آپ نے اپنے تئیں خدمت دین کے لئے وقف کردیا۔آپ فرماتے ہیں:
’’لندن میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ارشاد کے ماتحت میں نے مسجد فضل سے ملحقہ عمارت میں 1973ء سے 1983ء تک رہائش اختیار کی۔سردیوں کے چار مہینے وسط نومبر سے مارچ تک پاکستان میں بسر کرتا ہوں اور بقیہ وقت لندن میں گزرتا ہے۔خدمتِ دین کے سلسلہ میں برطانیہ کے

مضافات اور بیرونِ برطانیہ سفر کرنے کا اتفاق بھی ہوتا ہے۔الحمدللہ کہ محض اس کے فضل وکرم سے کچھ نہ کچھ دین کی توفیق ملتی ہے۔بڑھتی عمر کی کمزوریاں تو بے شک لاحق ہیں لیکن صحت بالعموم اچھی رہتی ہے اور دن بھر میں چھ،سات گھنٹے کام کرنے کی توفیق عطا ہوتی ہے۔(تحدیث نعمت ص،747)

خلافت رابعہ کا انتخاب

خلافت رابعہ کے انتخابِ خلافت کے اجلاس میں آپؓ نے بھی بفضل اللہ شمولیت کی اور پھر جب حسبِ منشائے الٰہی سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ منتخب ہوئے تو مجلسِ انتخاب کی بیعت لینے سے قبل حضورؒ نے سب سے پہلے آپؓ کو رفقاءِ حضرت مسیح موعودؑ کی نمائندگی میں اپنا ہاتھ اپنے ہاتھ پر رکھنے کا ارشاد اپنی اس خواہش کی تکمیل میں فرمایا:''کہ **سب سے پہلے بیعت کرنے والا تو وہ ہو جس نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے مبارک ہاتھوں کو چھوا ہو**'' چنانچہ آپ کو یہ عظیم الشان خوش نصیبی اور سعادت بھی میسر آ گئی۔

(حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب خدام الاحمدیہ پاکستان صفحہ 21)

چند تصانیف اردو اور کتب ورسائل بزبان انگریزی

آپ کی والدہ کی وفات مئی 1938ء میں ہوئی اور آپ نے اس سال کے آخر میں ان کے مختصر سوانح 'میری والدہ' کتابچے کی صورت میں شائع کی جو بفضلِ تعالیٰ بہت مقبول ہوئی۔یہ کتابچہ متعدد بار چھپ چکا ہے اور اس کی مانگ متواتر جاری ہے۔

1939ء میں ایک عزیز کے نام ان کے سنِ بلوغ پہنچنے کے موقع پر ایک خط لکھا جو ان کی اجازت سے 1940 میں شائع کر دیا۔اس میں اسلامی تعلیم کو اختصار سے بیان کیا۔یہ بھی متعدد بار کتابچے کی صورت میں چھپ چکا ہے۔**تحدیثِ نعمت**،بعض احباب کی درخواست پر آپ نے اپنے حالاتِ زندگی قلمبند فرمائے۔اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو دوسری نعمتوں کے ساتھ ساتھ حافظہ کی نعمت بھی وافر عطا فرمائی۔ (تحدیث نعمت صفحہ 747)

آپؓ کی اپنی تحریر کے مطابق جو آپ نے تحدیث نعمت میں تحریر فرمایا ہے:ترجمہ شمائل ترمذی ترتیب دادہ امام نوویؒ،رسول اکرم ﷺ کی 900 سے زائد احادیث کا ترجمہ،ریاض الصالحین کا ترجمہ،رسول کریم کیﷺ کی مختصر سیرت،نماز۔روزہ اور زکوٰۃ کے احکام،عمرہ اور حج بیت اللہ،اسلام اور حقوقِ انسانی،بنگلہ دیش کی پاکستان سے علیحدگی،حضرت مسیحؑ کی صلیب سے نجات،حضرت مسیح موعودؑ کے رؤیا کشوف اور الہامات کا ترجمہ،احمدیت احیاء الاسلام،مرزا غلام احمد قادیانی کا مرتبہ سیّد داؤد احمد مرحوم کے اقتباسات کا ترجمہ vol.1.vol.2،اسلام میں ارتداد کی سزا حضرت مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اور سیرت رسول کریمؐ خاتم النبیین۔

وفات

یکم ستمبر 1985ء کو یہ بطلِ جلیل،سرزمین پاکستان کا نامور کئی نشانات کا مورد اور کئی الہامات کا مصداق عظیم الشان وجود 92 سال کی نفع رساں عمر پا کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملا۔وفات کے بعد آپؓ کو سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خاص ارشاد کے ماتحت بہشتی مقبرہ ربوہ قطعہ خاص میں سپردِ خاک کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی جماعت کو جسے حضورؑ نے اپنے درختِ وجود کی سرسبز شاخیں قرار دیا ہے ہمیشہ آپؓ جیسے وجود عطا فرماتا چلا جائے۔آمین

صحت کارنر:

مسالہ جات اور جڑی بوٹیوں کے فوائد

دارچینی:

دارچینی کے درخت سری لنکا، بھارت، ملائیشیا اور پاکستان میں بھی پائے جاتے ہیں۔اس خوشبودار جڑی بوٹی میں میگنیز اور ایلڈر (ایک کیمیائی مرکب) ہوا ہے جو ہڈیوں، عضلات اور بافتوں کو مضبوط بناتا ہے۔نزلے، زکام سے لے کر جوڑوں کے درد اور سوجن میں بھی یہ جڑی بوٹی بے انتہا فائدہ دیتی ہے۔اور جسم میں شکر کی سطح کو اعتدال پر رکھتی ہے۔

سونف:

بھنی ہوئی سونف کھانے کے بعد لیجئے ، یہ اکسیر ہے۔ بینائی کو فائدہ پہنچاتی ہے۔افسردگی کے علاوہ ہاضمے کے مسئلہ کو حل کرتی ہے۔ ذہنی فتور (Dementia) کے لئے مفید غذائی جزو ہے۔اس میں اہم ترین معدنی جزو پوٹاشیم موجود ہے۔

میتھی:

میتھی تازہ ہو تو ہم اسے پالک اور دیگر ساگوں کے ساتھ بھی پکاتے ہیں اور آلوؤں کے ساتھ بھی خوش ذائقہ ترکاری بنتی ہے۔اس کے طبّی فوائد پر توجہ دی جائے تو یہ کولیسٹرول LDL کی سطح کم کرنے کے لئے بے حد مفید بوٹی ہے۔ذیابیطس کی ٹائپ۔2 اور دل کے مریضوں کے لئے بہترین غذائی نسخہ ہے۔

ہلدی:

ہلدی بہترین اینٹی سپٹک ہے۔سبزیوں، ترکاریوں کے علاوہ گوشت کے ہر قسم کے سالن میں ڈالی جاتی ہے۔مچھلی پکاتے وقت بھی ہلدی ہی سے اس کی بو دُور کی جاتی ہے۔اس میں وٹامن۔سی ہوتا ہے۔جو ہماری قوت مدافعت میں اضافہ کرتی ہے۔اس میں سوزش اور ورم دُور کرنے کی خاصیت ہوتی ہے۔

چٹکی بھر ہلدی پانی میں ملا کر پینے سے دل کی بیماریوں پر قابو پانے میں مدد ملتی ہے اس لئے اسے دنیا بھر کے افراد اپنی غذا میں شامل رکھتے ہیں۔امداد کے طور پر ہلدی ملے پانی کا استعمال اندرونی چوٹوں کے مندمل کرنے کا ایک بہترین غذائی نسخہ مانا جاتا ہے۔

زیرہ:

یہ جزو ریڈیکلز کو کم کرتا ہے خاص کر خون میں شامل یہ ریڈیکلز ایسے مرکب ہوتے ہیں جو خلیوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ روزانہ زیرے کی معمولی سی مقدار کھا لینے سے جگر کے افعال درست رہتے ہیں۔جگر صحت مند ہوگا تو جسم کے زہریلے اثرات بھی ختم ہو سکتے ہیں۔نیم گرم پانی کے ایک گلاس میں ایک چائے کے چمچ کے قریب زیرہ ملا کر پینے سے معدے کی جلن، سوزش اور اینٹھن دور ہو جاتی ہے اور ہاضمہ بھی ٹھیک رہتا ہے۔

(روزنامہ الفضل 10 مارچ 2015ء صفحہ 8) (ماہنامہ ڈالڈا فروری 2015ء)

پکوان:

گلاب جامن

اشیاء

چینی :	4 کپ	پانی :	1 لیٹر سے چاشنی بنالیں
خشک دودھ :	2 کپ	سوجی :	آدھا کپ
بیکنگ پاوڈر:	2 چائے کے چمچ	میدہ :	2 چائے کے چمچ
انڈے:	2 عدد	مکھن :	100 گرام
آئل :	تلنے کے لیے		

ترکیب:۔

چار کپ چینی اور ایک کپ سے چاشنی بنالیں۔آئل اور چاشنی کے علاوہ سب چیزوں کو ملادیں۔گول گول بال بنالیں۔آئل میں فرائی کریں۔ براوٴن کر کے ساتھ ساتھ چاشنی میں ملادیں۔

اچار گوشت

اجزاء:

گوشت	آدھا کلو	دہی	آدھا کلو
تیل	آدھا کپ	پیاز	ایک عدد
ادرک	ایک چائے کا چمچ پسا ہوا	لہسن	ایک چائے کا چمچ پسا ہوا
سبز مرچ	آٹھ دس	لیموں	ایک عدد

نمک،سرخ مرچ،میتھے،سونف،سفید زیرہ،کلونجی،چاٹ مصالہ سب ایک ایک چائے کا چمچ

ترکیب:

چاٹ مصالہ میں لیموں ملا کر سبز مرچوں میں بھر دیں۔پیاز کو تیل میں ڈال کر براوٴن کر کے اس میں گوشت،لہسن،ادرک ڈال کر بھونیں پھر دہی، نمک،سرخ مرچ ڈال کر بھونیں چیک کر لیں کہ گوشت گل گیا ہے اگر نہیں تو تھوڑا پانی ڈال کر گلا لیں پانی خشک ہونے پر سونف، میتھے،کلونجی اور زیرہ ڈال کر تھوڑا بھوننے کے بعد چاٹ مصالہ بھری ہوئی سبز مرچیں ڈال کر تھوڑی دیر دم دے کر اتار لیں۔

(لبنیٰ طارق مجلس تنیدال)

حضورِانور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورۂ جرمنی 2015ء میں واقفات نو کے مختلف سوالوں کے جواب میں نہایت اہم ہدایات

☆ایک واقفہ نے سوال کیا کہ ہم واقفِ نو جماعت کی ترقی کے لئے کیا کر سکتے ہیں؟

اس پر **حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز** نے فرمایا: سب سے اچھا یہ کر سکتے ہیں کہ جماعت کی تعلیم حاصل کریں اور اس تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنی نمازوں اور دُعاؤں کی طرف دیں۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ قرآن کریم پڑھیں۔ 14,13 یا 15 سال کی تو ہو گئی ہیں۔ قرآن کریم پڑھیں اور اس کو سمجھیں۔ اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ جماعت کا دینی علم حاصل کریں، خود بھی اختیار کریں اور آگے بھی بتائیں۔ اور پھر انشاء اللہ تعالیٰ جب شادیاں ہو جائیں گی تو اپنے بچوں کی اچھی تربیت کریں۔ اس کے علاوہ اپنے ماحول میں لجنہ کی لڑکیوں کی اچھی تربیت کریں۔ پھر اگر کچھ بن جاؤ گی، تو ڈاکٹر بن جاؤ گی، تو ڈاکٹر بن کر خدمت کرو یا انجینئر بن جاؤ گی یا کچھ حد تک architect، ورنہ teacher یا translator بن جاؤ تو زیادہ اچھی بات ہو گی۔ تو ان فیلڈز میں خدمت کرو گی۔

☆ایک واقفہ نے سوال کیا کہ جب آپ جیل میں تھے تو آپ پنج وقتہ نماز کس طرح پڑھ سکتے تھے؟

حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ مذاق کہا کہ بڑا خطرناک سوال کر دیا تم نے۔ میں جیل میں تھا تو ہم چار آدمی ایک کمرہ میں تھے۔ ہم باجماعت نماز پڑھتے تھے۔ بلکہ جمعہ بھی پڑھتے تھے۔ جس دن مجھے جیل میں ڈالا ہے اُس دن تو پولیس اسٹیشن میں رکھا تھا اُس دن جمعہ تھا۔ تو پہلا جمعہ ہم نے وہیں پڑھا اُس پہلے جمعہ کو میں نے ہی خطبہ دے کر اُن سب کو جمعہ پڑھایا تھا۔ تین آدمی میرے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ ہم پڑھ لیتے تھے۔ نمازیں بھی باجماعت پڑھتے تھے۔ نفل بھی پڑھتے تھے۔ قرآن کریم بھی پڑھتے تھے۔ فارغ بیٹھے ہوئے تھے۔ کام تو کوئی تھا نہیں۔ نمازیں پڑھتے تھے اور دُعائیں ہی کرتے رہتے تھے یا کتابیں پڑھتے رہتے تھے۔ جیلر اتنے شریف تھے۔ وہ بے چارے بڑا احترام کرتے تھے۔ قانون کے تحت بے چارے کچھ کہہ نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ وزیرِ اعلیٰ اور دوسرے سرکاری افسر تھے اُن کی وجہ سے انہوں نے جیل میں ڈالا ہوا تھا لیکن جیلر خود شریف آدمی تھا۔ تعاون کرتا تھا۔

☆ایک واقفہ نے سوال کیا کہ جو ناصرات سکولوں میں پڑھ رہی ہیں وہ سکول میں شیطانی باتوں سے کیسے بچ سکتی ہیں؟

اس پر **حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز** نے فرمایا: ایک تو یہ ہے کہ اپنا دینی علم بڑھاؤ۔ پانچ نمازیں باقاعدہ پڑھا کرو۔ یہ یاد رکھا کرو کہ خدا تعالیٰ ہے۔ یہ یاد رکھا کرو کہ خدا تعالیٰ تمہارے ہر کام کو دیکھ رہا ہے۔ ہر کام جو تم کرتی ہو اللہ میاں اس کو دیکھ رہا ہے۔ پھر یہ ہے کہ استغفار پڑھتے رہا کرو۔ شیطانی کاموں کو دیکھو، تو استغفار پڑھو۔ **اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ** پڑھو۔ **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ** پڑھو۔ ان دُعاؤں کے ترجمے بھی یاد کرو۔ پھر غور سے پڑھو۔ استغفار غور سے کرو۔ سوچ سمجھ کے کرو۔ تو انشاء اللہ بچتے رہو گے۔

☆ایک واقفہ نے سوال کیا کہ آنحضرت ﷺ جب معراج کے وقت آسمان پر اللہ تعالیٰ سے ملنے گئے تھے تو کیا آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے ایسے ہی بات کی جیسے میں آپ سے کر رہی ہوں؟

تو اس پر **حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز** نے فرمایا: یہ معراج جو تھا وہ کوئی جسمانی معراج تو نہیں تھا۔ آپ ﷺ کوئی جسم لے کے نہیں چلے گئے تھے۔ وہ ایک خاص کیفیت تھی۔ کشف کی یا خواب کی یا جو بھی صورتِ حال تھی۔ وہاں آنحضور ﷺ کا جو مقام تھا وہ تو ایسا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کس صورت میں، کس شکل میں، کس طرح باتیں کرتا ہے، آمنے سامنے کرتا ہے بلکہ جب معراج نہیں بھی ہوا تھا تب بھی تو اللہ تعالیٰ ان سے باتیں کرتا تھا۔ آنحضور ﷺ کا مقام ہی بہت بلند تھا۔ (ماخوذ از الفضل انٹرنیشنل 24 جولائی 2015ء تا 30 جولائی 2015ء)

مضمون نویسی کے قواعد اور ضوابط

(آسیہ پرویز مجلس کلوفتہ)

اپنے خیالات اور جذبات کو تحریری شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کرنے کو مضمون نویسی کہتے ہیں۔ بنیادی طور پر کسی ایک یا بہت سے مسائل کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لئے مضمون لکھا جاتا ہے۔ گزشتہ کئی سالوں سے مضمون نویسی کا فن تیز رفتاری سے مقبولیت حاصل کر رہا ہے جس کے ذریعے کسی بھی عنوان کے تحت لوگ اپنی رائے اور حقائق عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

مضمون نویسی کے لیے کسی خاص قابلیت کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر آپ کا مطالعہ اور مشاہدہ اچھا ہے اور آپ میں کچھ نہ کچھ لکھنے کی تھوڑی سی بھی اُمنگ ہے تو فکر کی کوئی بات نہیں۔ سب سے پہلے موضوع کا انتخاب کر لیا جانا چاہئے۔ جو موضوع منتخب کیا جائے، اس کے بارے میں مختلف ذرائع سے مواد اکٹھا کریں۔ دوستوں/ بزرگوں کے خیالات سے، اخبارات میں یا انٹرنیٹ پر اس موضوع پر شائع شدہ تحریروں کے تراشوں سے، یا متعلقہ کتابوں سے بھی مدد لی جائے۔ مواد جمع ہو جانے کے بعد ہی لکھنے کی باری آتی ہے۔ عموماً کسی بھی مضمون کے تین حصے ہوتے ہیں: دعویٰ، دلیل اور نتیجہ۔

جو معلومات آپ نے اکٹھا کی ہیں، اس کو اختصار سے اور صاف صاف بیان کر دیا جائے۔ اس کے بعد ان دعوؤں کی دلیل کے طور پر اپنے نکتے ظاہر کیے جائیں۔ آخر میں دعوؤں اور دلائل کو سمیٹتے ہوئے جو نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں، اُن کو ضبط تحریر میں لائیں۔ ہماری پوری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ صحیح اور درست زبان استعمال کی جائے۔ ایک کامیاب مضمون نگار کی کامیابی یہی ہے کہ وہ اپنی پوری تحریر میں ربط وضبط کو برقرار رکھے اور پڑھنے والے کو محسوس ہو کہ لکھنے والے کی بات قابل فہم ہے۔

جب بھی قلم اُٹھانے لگیں تو یہ ضرور سوچ لیں کہ آپ کی لکھی گئی تحریر دوسروں پر بہت گہرا اثر ڈالے گی لہٰذا تحریر میں کوئی ایسی بات مت لکھیں جس پر بعد میں آپ کو ندامت ہو۔ ہمیشہ تصویر کے دونوں رُخ دیکھتے ہوئے مضمون لکھیں تا کہ غیر جانب داری کا الزام عائد نہ کیا جا سکے۔ شروع میں مختصر اور جامع لکھنے کی کوشش کریں تا کہ لوگ آپ کے عمدہ لکھے گئے مضمون کو طوالت کی وجہ سے نظر انداز نہ کر دیں۔

کوشش کریں کہ آپ کی لکھی گئی تحریر پیرا گراف پر مبنی ہو اور ہر پیرا میں الگ الگ نکات پر بحث کی جائے۔ الفاظ کی بجائے خیالات کو ترجیح دیں بعض اوقات غیر ضروری الفاظ یا بلاوجہ انگریزی زبان کا اُردو میں مضمون لکھتے وقت استعمال مناسب نہیں لگتا ہے۔ تحریر اس قدر بھی مختصر نہ ہو کہ مطلب واضح نہ ہو سکے اور نہ ہی اس قدر طویل ہو کہ پڑھنے والا بوریت کا شکار ہو جائے۔

عمدہ اور اچھا لکھنے کے لئے بہترین اور جاندار لکھنے والوں کو پڑھنا بھی ضروری ہے۔ جو بات دل میں ہو وہ ضرور دوسروں تک پہنچائیں مگر یہ نہ ہو کہ کسی کی دل آزاری کا سبب بن جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مثبت اور حقائق پر مبنی مضمون نویسی کی توفیق دے۔ آمین

بقیہ دعائیہ اعلان:

☆ محترمہ سرور مبارک اپنے بچوں فیضیہ انور، عدنان انور، فاریہ انور، اور رضوان انور کے نیک اور خادم دین ہونے کے لئے دعا کی درخواست کرتیں ہیں۔

☆ محترمہ نائلہ اسلام اپنی بیٹی کی شادی میں شریک ہونے پر تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کرتیں ہیں۔

☆ محترمہ قدسیہ خالد اپنے بیٹے کی شادی میں شرکت پر تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کرتیں ہیں اور دعا کی درخواست کرتیں ہیں

☆ عزیزہ اقصیٰ اور محترمہ کنول نصیر اپنے اور فیملی کے لئے دعا کی درخواست کرتیں ہیں۔

☆ زاہدہ جمیل اپنے بیٹے کے لئے دعا کی درخواست کرتیں ہیں۔

☆ سلطانہ قدوس اپنے بچوں صارم قدوس، جاسم قدوس، اور اعیان قدوس کے نیک اور خادم دین ہونے اور میاں کی صحت والی لمبی عمر کے لئے دعا کی درخواست کرتیں ہیں۔

بچوں کی دنیا

پیاری ناصرات!!

گرمیوں کی چھٹیوں میں سب نے خوب لطف اٹھایا ہوگا اور اب آپ کی نئ کلاسوں کی پڑھائی شروع ہوچکی ہوگی۔ آپ کو انتہائی دلچسپی سے اپنی پڑھائی کرنا ہے وہی بچے کامیاب ہوتے ہیں جو باقاعدگی سے محنت کرتے ہیں روزانہ کا کام روز کرتے ہیں۔ آج کا کام کل پر نہیں ڈالتے۔ علم حاصل کرنے کے ساتھ آپ کو دعا کی عادت بھی ڈالنی چاہیے

کثرت سے رَبِّ زِدنِی عِلمًا پڑھنی چاہیے۔

ہمارے پیارے امام جماعت احمدیہ الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز فرماتے ہیں!

''آج یہ ذمہ داری ہم احمدیوں پر سب سے زیادہ ہے کہ علم کے حصول کی خاطر زیادہ سے زیادہ محنت کریں زیادہ سے زیادہ کوشش کریں، کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو بھی قرآن کریم کے علوم و معارف دیئے گئے تھے اور آپؑ کے ماننے والوں کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ میں انہیں علم و معرفت اور دلائل عطا کروں گا'' تو اس کے لئے کوشش اور علم حاصل کرنے کا شوق اور دعا کہ! اے میرے اللہ! اے میرے ربّ میرے علم کو بڑھا، بہت ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ سب ناصرات کو دینی و دنیاوی حسنات سے وافر حصہ عطا فرمائے۔ آمین

اگست کے آخر میں جلسہ سالانہ برطانیہ کا انعقاد ہوا۔ جس میں ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز تینوں دن روحانی خطاب فرماتے ہیں ہم سب احمدیوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ عظیم احسان ہے کہ اس نے MTA جیسی عظیم نعمت سے نوازا ہے۔ جس کے ذریعہ ہم گھر بیٹھے ہی اس جلسہ کی برکات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس نعمت کا شکر کرنے والوں میں سے ہوں۔

ایم ٹی اے اور صحبت صالحین

اس دور میں اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضلوں میں سے ایک بڑا فضل اور انعام ایم۔ٹی۔اے کی برکت ہے۔

اس دور میں ایم۔ٹی۔اے اصلاح نفس تربیت اور صحبت صالحین کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ ہم خوش قسمت ہیں ہر وقت اپنے امام کے زیر تربیت اور صحبت میں رہتے ہیں۔ یہ ہر قسم کی جسمانی اور روحانی بیماریوں کا علاج ہے۔ پس کیا ہم اس روحانی مائدہ سے فیض یاب ہو کر اپنی دنیا و عاقبت سنوار رہے ہیں!!

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحبت صالحین سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

کچھ غور طلب باتیں

- دلوں کو فتح کرنے کیلئے تلوار کی نہیں عمل کی ضرورت ہوتی ہے
- اللہ تعالیٰ کو جتنا یاد کرو گے وہ بھی تمھیں یاد کرے گا
- گناہ کسی نہ کسی صورت میں دل کو بے چین رکھتا ہے
- زندگی میں ہر خواہش پوری نہیں ہوتی مگر بعض چیزیں بغیر خواہش کے بھی مل جاتی ہیں

حضرت عمرؓ کا فرمان

تین باتیں محبت پیدا کرتی ھیں:

☆ ...... سلام میں پہل کرنا

☆ ...... محفل میں کسی کے لئے جگہ بنانا

☆ ...... مخاطب کو اچھے نام سے پکارنا

کافی coffee

مغربی ایتھوپیا کے علاقہ میں ایک عرب جس کا نام خالد تھا۔اس نے اپنی بکریاں چراتے ہوئے محسوس کیا کہ اس کی بکریاں ایک مخصوص پودے کے بیر کھا کر انتہائی چاک و چوبند ہوگئیں۔اس نے ان بیروں کو ابال کر انتہائی لذیز مشروب تیار کیا اور پہلی بار کافی تیار کی۔کافی کے پہلے Beans (دانے) ایتھوپیا سے پہلی بار یمن پہنچے جہاں صوفیوں نے خاص موقعوں پر عبادت کے لئے جاگتے رہنے کے لئے ان سے تیار کردہ کافی پینے کی رسم ایجاد کی۔

پھر 1650 میں ایک ترک باشندہ اسے لندن لے آیا اور یہاں اس نے کافی ہاؤس قائم کیا۔

ذہانت آزمائیے!

☆ایک قلعہ میں نو دس پریاں آپس میں سر جوڑے کھڑیاں

☆ایک جانور ہے بہت نرالا منہ ہے اس کا ہندسوں والا

☆میں آپ کے جسم کا ایک عضو ہوں۔اگر میرے نام کے آگے 'ی' لگا دیں تو میں ایک بہت بڑا جانور بن جاتا ہوں۔میں کون ہوں؟

سب ناصرات کو بہت بہت

☆عید مبارک☆

جواب: 1۔سنگترہ 2۔گھڑی 3۔ہاتھ

ہنسئیے ہنسائیے

❁نانی (عابدہ سے):۔بتاؤ اگر 100 میں سے 11 تفریق کر دیں تو کیا بچے گا۔

عابدہ:۔نانی اماں میں بچوں گی۔

نانی:۔ وہ کیسے؟

عابدہ:۔میں بچوں گی ''نواسی'' 89 ہوں ناں!

❁ایک شخص تالاب میں گر گیا۔ڈوبتے ہوئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا کہ اچانک ایک مچھلی اس کے ہاتھ میں آگئی۔اس نے مچھلی کو پانی سے باہر پھینکتے ہوئے کہا:

''میری جان بچے نہ بچے تم تو اپنی جان بچاؤ''

❁ایک بے وقوف میوزیم میں پھر رہا تھا کہ اچانک اس کا ہاتھ ایک مجسمہ پر لگا اور وہ پارہ پارہ ہوگیا۔

عجائب گھر کا افسر: کیا تمھیں پتہ ہے کہ تم نے 5000 سال پرانا مجسمہ توڑ دیا ہے۔

بے وقوف شخص: خدا کا شکر ہے میں تو سمجھا مجھ سے نیا مجسمہ ٹوٹ گیا ہے۔

اس ماہ کا پیغام

''اُردو لکھنا پڑھنا سیکھیں تا کہ کتب سلسلہ کا مطالعہ کر کے دوسروں پر اپنے نظریات واضح کر سکیں۔''

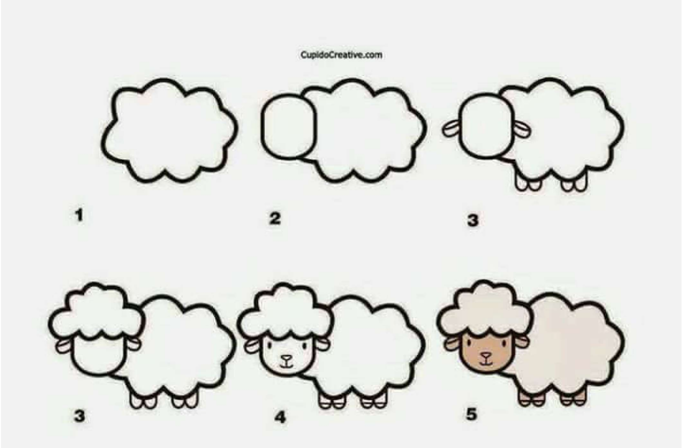

قربانی

گائے آ گئی گائے آ گئی۔۔۔خان صاحب کے گھر گائے کیا آئی بچوں نے سارا محلّہ سر پر اٹھالیا۔ ''ارے محسن سنا تم نے خان صاحب کی گائے آئی ہے بہت تگڑی ہے'' ارسلان نے محسن کو اطلاع دی۔ اچھا آؤ دیکھنے چلیں' محسن بھی جانوروں کا بہت شوقین تھا۔ ''ابو کہہ رہے تھے کہ آج شام کو ہمارا بکرا بھی آ جائے گا۔ تمھارا بکرا کب آئے گا محسن'' ارسلان کے اس سوال نے گویا محسن کو پریشان کر دیا۔ جیسے جیسے بقرعید قریب آ رہی تھی گائے بکروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا، اس کے ساتھ ساتھ اس سوال میں بھی شدت آتی جا رہی تھی ''تمھارا بکرا کب آئے گا''؟

''امی آخر ہمارا بکرا کب آئے گا''؟ محسن جب کہیں سے جانور دیکھ کر آتا تو یہی سوال اپنی امی سے کرتا اور ہر دفعہ محسن کی امی کے چہرے پر پریشانی کی لہریں دوڑ جاتیں۔ ''امی دیکھیں نہ میرے دوستوں کے گھر بکرے آ گئے'' آج پتا ہے خان صاحب کے ہاں ایک گائے آئی ہے اور ڈاکٹر صاحب کا اونٹ بھی آ گیا تین بکرے تو پہلے ہی آ گئے تھے، آج ارسلان کا بکرا بھی آ جائے گا! محسن نے ایک سانس میں آج کی تفصیل بتائی۔ جس پر اُس کی امی کی ہنسی چھوٹ گئی۔ ''اچھا اچھا اب سانس بھی لے لو'' امی کو محسن کی معصومیت پر پیار آ گیا اور انہوں نے گلے لگا کر اسے پیار کیا۔ محسن ان کا اکلوتا بیٹا تھا وہ جب چند مہینوں کا تھا تو ایک بم دھماکے میں اس کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا تھا۔ اُس کی امی ایک اسکول میں پڑھا کر اپنا گزر بسر کر رہی تھی۔ محسن تیسری کلاس میں پڑھتا تھا وہ ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ سادہ فطرت بھی تھا کبھی کوئی فرمائش نہیں کرتا تھا مگر بکرے کا شوق اس کو ہر سال پریشانی میں ڈال دیتا تھا۔ محسن کمرے میں داخل ہوا اور امی کے گلے میں بانہیں ڈال کر بیٹھ گیا ''امی کیا کر رہی ہیں؟ اپنے پیارے بیٹے کے لئے پیارا سا عید کا کُرتا سی رہی ہوں'' امی ہمارا بکرا کب آئے گا؟ محسن نے امی کا موڈ اچھا دیکھ کر پھر سے سوال کیا۔ امی کچھ سوچتی رہی پھر بولیں ''بیٹا آپ کو پتا ہے کہ بقرعید پر گائے بکرے کیوں آتے ہیں؟'' جی تاکہ عید والے دن ان کی قربانی کی جا سکے'' اور قربانی کیوں کی جاتی ہے؟

حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو قربان کر رہے ہیں، خواب انہوں نے اپنے بیٹے کو سنایا انہوں نے کہا' بابا جان آپ ذرا خوف نہ کریں اور اپنے ربّ کے حکم کی تعمیل کریں' سو حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے لگے، جب گلے پر چھری پھیرنے کا وقت آیا تو اللہ نے حضرت اسماعیلؑ کی جگہ ایک مینڈھا بھیج دیا اور حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا کہ وہ امتحان میں کامیاب ٹھہرے۔ یہ ہے وہ واقعہ جس کی یاد میں ہم عیدالضحیٰ مناتے ہیں'' محسن نے بڑی روانی سے پورا واقعہ بیان کر دیا۔

امی نے خوش ہو کر اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا ''ہاں میرے بیٹے اور یہ واقعہ ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ ہم کو اللہ کی راہ میں قربانی دینی چاہیے۔ چاہے وہ اپنی عزیز ترین شے ہی کیوں نہ ہو۔ اسی لئے صاحب حیثیت مسلمانوں کو حکم ہے کہ ہر سال عیدِ قرباں پر اپنا مال خرچ کریں اور اللہ کی راہ میں بکرے، گائے یا اونٹ کی قربانی دیں۔

اور ان لوگوں میں گوشت تقسیم کریں جو ضرورت مند ہیں۔ تو بیٹا یہ گائے، بکرے تو قربانی کے لئے ہیں، کسی کو دکھانے یا کھیلنے کے لئے نہیں، جب ہم صاحبِ حیثیت ہونگے تو ضرور قربانی کریں گے'' محسن خاموشی سے دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ بالآخر عید قرباں آ ہی گئی۔ محسن نئے کپڑے اور جوتے پہن کر عید کی نماز کے لئے مسجد چلا گیا، اور اس کی امی کھانے، پینے کے انتظام کر کے اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگیں۔ تھوڑی دیر میں محسن واپس تو آ گیا مگر بغیر جوتے کے ننگے پیر ''محسن یہ تمھارے جوتے کہاں ہیں؟ تم ننگے پاؤں کیوں آئے ہو'' امی نے پریشانی سے پوچھا! محسن میں تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں تم بہت شرارتی ہو گئے ہو، بتاؤ کہاں چھوڑ آئے؟ تم کو اندازہ ہے کہ جوتے کتنی محنت کے بعد آئے تھے'' امی کی آواز آخر میں بھرا گئی ''مجھے اندازہ ہے امی'' محسن آہستگی سے بولا اسی لئے مجھے یہ جوتے بہت عزیز تھے، مگر نماز کے بعد جب میں نے دیکھا کہ ایک بچہ بغیر جوتے کے سخت گرم زمین پر ننگے پاؤں کوڑا چُن رہا ہے تو میں نے اسے دے دیئے۔ جب محسن نے اپنی بات پوری کی تو امی کا غصہ ختم ہو گیا اور وہ اپنے معصوم بیٹے کی عقل پر حیران تھی۔ امی نے اس کو بے اختیار گلے سے لگا لیا، وہ مطمئن تھی کہ اس کا بیٹا نا صرف خود سمجھ گیا بلکہ اس کو بھی سمجھا گیا کہ: عید قرباں کیا ہے؟

HAVREBOMBER

Lubna Tariq

500 g havregryn

500 g smør

500 g sukker

(jeg bruker litt mindre sukker)

3 egg

2 dl tørket aprikos

2 dl rosiner

½ plate kokesjokolade

2 dl mandler eller nøtter

Fremgangsmåte:

Hakk aprikosene, kokesjokoladen og mandlene, og bland dette med rosiner, sukker og havregryn. Rør inn eggene, ett om gangen.

Smelt smøret, tilsett alt det tørre og bland godt. Hell blandingen over i en langpanne.

Deigen skal være 2 – 3 cm. Stek det hele ved 170 g i 15 – 20 minutter. Avkjøl og skjær i biter.

Finn veien ut!!!

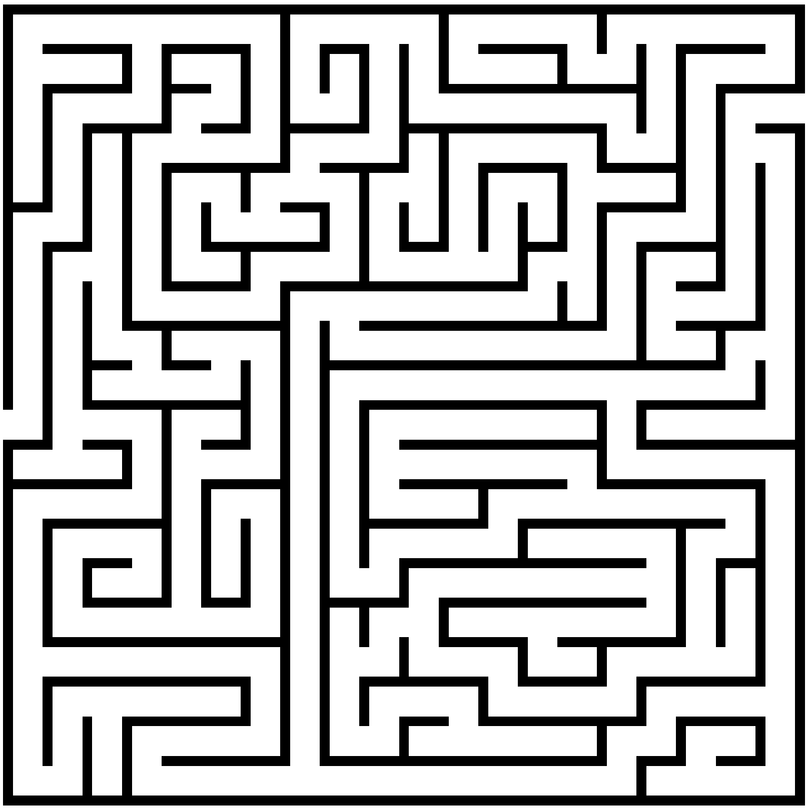

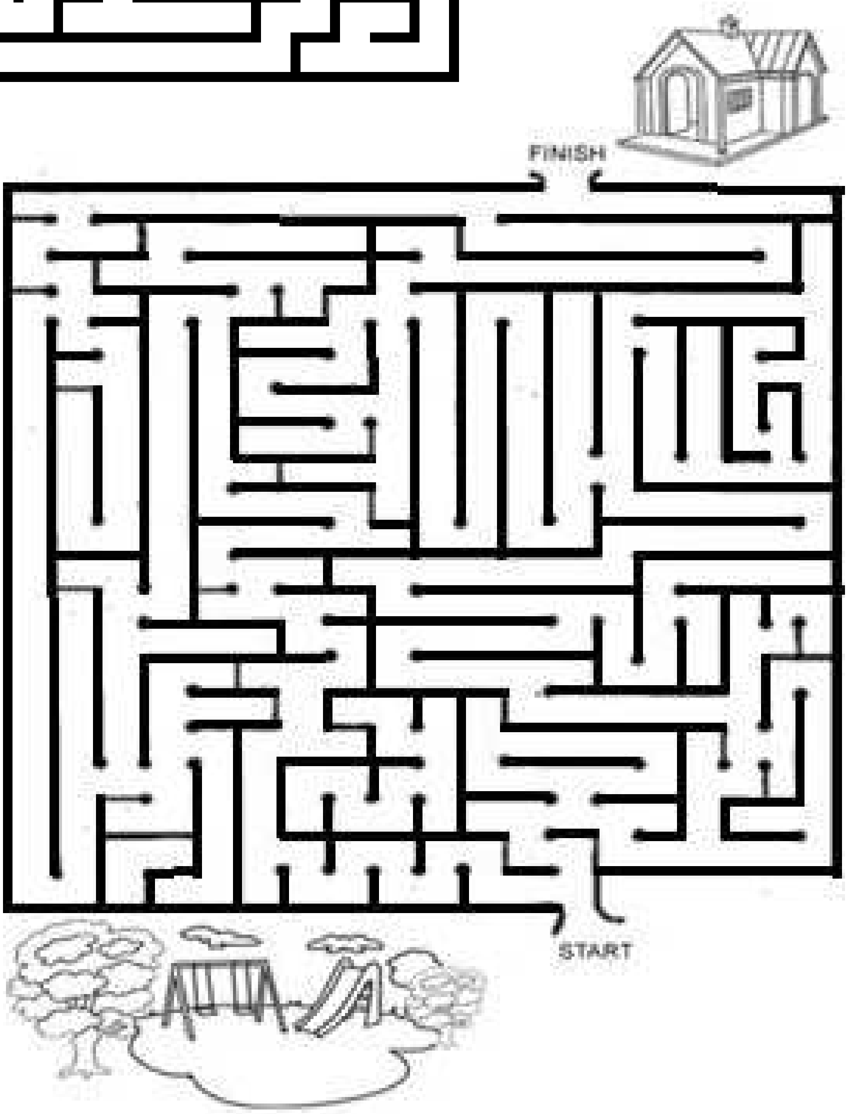

Barneside

Laget av Safia Sahar Qaisrani

Jalsa salana

Snart er det på tide med Norges jalsa salana og vi håper at alle vil møte opp til denne velsignede samlingen. Den Utlovde Messias sier om jalsa salana: «Hovedformålet med denne konferansen er å gi et hvert oppriktig individ anledning til å selv erfare religiøse fordeler. Det vil øke deres kunnskap og grunnet Allahs velsignelse vil de også kunne utvikle sin oppfatning av Allah[…]»[1]På jalsa er det med andre ord mye å ta nytte av for eksempel i form av taler. Men det er ikke det eneste! På jalsa er folk fra fjernt og nært samlet, og dette blir da også et stort sosialt arrangement der vi kan bli kjent med enda flere, noe som også er et av målene med jalsa salana.På jalsa salana blir det ofte også utdelt oppgaver til jama'atens medlemmer. Alt fra å dele ut vann til rengjøring av doer. Uansett hva vi får i oppgave er det viktig å gjennomføre dette så godt vi kan og med et smil!

Jalsa salana er en konferanse som den Utlovde Messias har oppfordret oss alle til å delta på! Han sier «De bør se bort fra små hindringer i Gud og hans profets vei. Allah vil belønne enhver oppriktig person på dens vei, og ikke noe av hans arbeid og påkjenninger på denne veien vil være forgjeves.»[2] Med dette håper vi at vi ser dere alle på jalsa salana Norge! Vel møtt!

Visste du at:[3]

- Det er over 2700 forskjellige språk i verden.
- Dyret som dreper mest mennesker er myggen.
- Du er fargeblind når du blir født
- En sjiraff kan klare seg lenger uten vann enn en kamel
- USA er 27 ganger større enn Norge, men kystlinjen til Norge er lengre.
- De siste olympiske lekene hvor gullmedaljene faktisk var av rent gull var i 1912
- De tre rikeste familiene i verden har mer penger enn de 48 fattigste landene i verden

Vitser

Det var en gang en mann som var på besøk i et museum. Der klarte han tilfeldigvis å knuse en vase. Museumsvakten ropte fortvilet ut: «Hva er det du har gjort! Du har klart å knuse en 5000 år gammel vase!» Mannen ble lettet og sa: «Takk og pris, jeg trodde den var ny!»

Det var en stor folkemengde utenfor døren til legesenteret. En mann kom bak ifra og prøvde å trenge seg gjennom, men ble dyttet tilbake. Etter gjentatte forsøk ga han opp og sa «Hvis det er sånn dere vil ha det, så åpner ikke jeg døren heller!

[1]Ishtihar 7 Dec. 1892, Majmoo`ahIshtiharat Vol. I, side 340

[2]Ishtihar 7 Dec. 1892, Majmoo`ahIshtiharat Vol. I, side 341

[3]Nisja-Wilhelmsen, P. (2006, 01 30). *100 ting du ikke visste*. Hentet 08 31, 2015 fra Nettavisen: http://www.nettavisen.no/nyheter/100-ting-du-ikke-visste/546844.html

Spørsmål og svar

Med den femte kalifen Hadrat Mirza Masroor Ahmad[aba]

Andleeb Anwar

Hva kan Waqf-e-Nau bidra med for at menigheten skal oppnå suksess?

Først og fremst kan dere starte med å tilegne dere kunnskap og rette deres oppmerksomhet mot deres bønner. Dere må etablere et forhold til Allah, og studere den hellige Koranen. Dere har nådd en alder av 13 til 15 år, det er på tide at dere leser den hellige Koranen og prøver å forstå dens innhold, samtidig som dere streber etter å etterleve dens lære og påbud. Tilegn dere religiøs kunnskap og videreför den til andre. Og når dere ved Guds nåde har giftet dere kan dere oppdra deres barn i lyset av dens underskjønne lære. På samme måte kan dere oppdra andre kvinner og jenter i deres nærmiljø. Hvis dere senere ønsker å tilegne dere et yrke kan dere bli leger og dermed tjene andre, eller bli ingeniører, arkitekter, lærere eller oversettere og bidra i disse yrkesgruppene.

Hvordan fikk du muligheten til å be fem ganger om dagen mens du var i fangenskap?
Under min tid i fengsel var vi fire menn som ba sammen. Vi avholdt til og med fredagsbønnen sammen. Dagen jeg ble tatt til fange var en fredag, og vi arrangerte vår første fredagsbønn i politistasjonen der jeg holdt fredagstale. Tre andre menn ba sammen med meg. Vi ba våre Nafl-bønner og siterte den hellige Koranen, ettersom vi var ledige og uten noen form for arbeid å underholde oss med. Vi tilbrakte tiden vår med å be eller lese bøker. Fangevokteren var en hyggelig mann som behandlet oss med respekt, han var kun underlagt myndighetens ordre og var derfor ute av stand til å gjøre noe for oss. Han måtte holde seg til instrukser sendt fra høyere hold.

Hvordan kan unge jenter beskytte seg selv mot dårlig innflytelse i skolemiljøet?
Dere må først og fremst øke deres religiøse kunnskap, avholde deres daglige bønner regelmessig og huske at det finnes en Gud. Husk at Allah holder øye med deres handlinger. Deretter er det nødvendig at dere søker om Allahs tilgivelse når dere vitner djevelske påfunn og handlinger. Si; "Å Allah, jeg søker tilflukt hos Deg mot Satan den forbannede". Si disse ordene med forståelse av hva de innebærer. Hvis dere handler med opplagthet vil dere ved Guds nåde bli skånet mot dårlig innflytelse.

Under Miraj-ferden til den hellige Profeten Muhammad[saw], fikk han muligheten til å tale med Allah slik jeg taler til deg nå?
Denne ferden var ikke en fysisk reise, ergo var det ikke legemet til den hellige Profeten[saw] som reiste, men det var kun en følelse basert på en oppdagelse, en drøm. Statusen til den hellige Profeten[saw] tillot han å konversere med Allah i alle tilstander og i form av alle skikkelser selv før selve ferden.

(Al-Fazl International, juli 2015)

Behandling av gingivitt

Dersom plakk og tannsten blir fjernet regelmessig av tannlege/tannpleier går betennelsen tilbake, og tannkjøtte blir frisk igjen.
Det betyr at du pusse tennene minst to ganger daglig. En komplett regjøring med tannbørste tar tre til fem minutter. Bruk en myk tannbørste og antibaterielle munnskyll

Tannløsningssykdom (periodontitt)

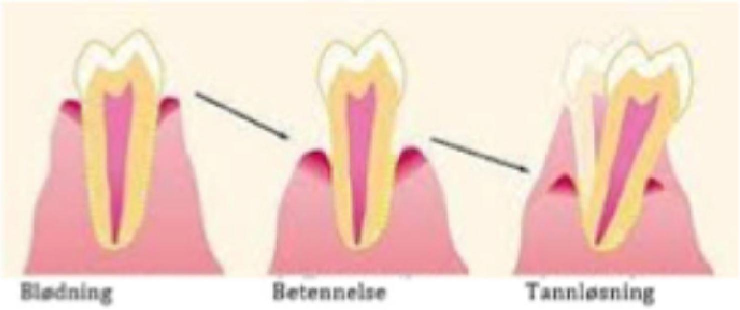

Periodontitt begynner med en gingivitt som utvikler seg i dybden og fører til at tannfeste og kjevebenet angripes. Periodontitt kan gi lommer som er over 10 mm dype.
Dype tannkjøttslommer kan gi tannstillingsforandringer. Om tilstanden ikke behandles, kan det føre til at tenner løsner gradvis og må fjernes. Røykere har tre ganger så høy risiko for å utvikle tannkjøttsykdommen enn ikke røykere.

I de aller fleste tilfellene foregår denne prossesen uten at du merker det selv. Da har bakterier og tannsten trengt seg så langt ned langs tannroten at du selv ikke har mulighet til å fjerne den,verken med tannbørste eller tannstikker.

Behandling av periodontitt

Behandling av periodontitt er imidlertid sterkt avhengig at det kliniske bildet, pasientens alder og generelle helsetilstand. Som nevnt gir sykdommen sjeldent subjektive symptomer. For å forhindre sykdommen vil tannlegen forsikre seg om at pasienten har god rutiner for munnhygiene og drar til tannlege/tannpleier for dyprensing i flere omganger.

Dyprensing er vanskelig og tidkrevende, det blir utført av spesialinstrumenter. Dybden på tannkjøttslommene reduseres normalt med 2 til 3mm de første månedene etter behandling. Etter behandlingen bør pasienten ha lommedybder som er mindre enn 4mm. For at resultatet skal være vellykket må pasienten være svært nøyaktig med munnhygienen. Dersom lommedybdene ikke reduseres eller at sykdommen kommer tilbake, er årsaken oftes at munnhygienen er for dårlig.

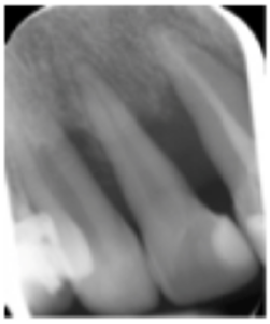

Tannkjøttsykdommer

Friske tenner

En tann består av krone og rot. Kronen utgjør den synlige delen,mens roten normalt ikke er synlig.
Roten er dekket av rotsement og festet til kjevebenet med fiber(rothinne). Tannkjøtte dekker kjevebenet og ligger tett inntill tannen.Mellom tannkjøtt og tann finnes en spalte,tannkjøttslommen, som normalt er et par mm dyp. Overflaten av friskt tannkjøtt er rosa.

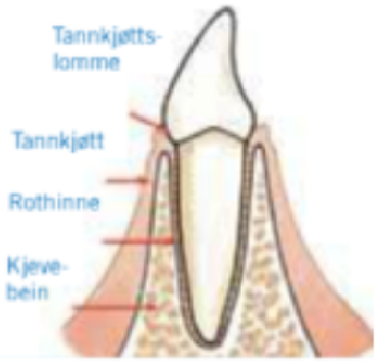

Hvordan forebygge sykdommer i tannkjøttet?

for å hindre at det oppstår sykdom som kan gi varige skader i tannkjøttet og tennens feste,må du fjerne bakteriebelegget(plakket) som dannes på tennene hver dag.Vanlig tannpuss er en selvfølge for de fleste,men tannbørsten kommer ikke til mellom tennene.derfor må man bruke tanntråd,tannstikker eller en mellomromsbørste.
Husk: Det er ikke nok å fjørne matrester, det er bakretriene på tann og rotoverflafen som må bort.

Tannkjøttsykdom gir vanligvis ikke smerte,så det er vanskelig å oppdage sykdommen på egenhånd. Derfor er det lurt med regelmessig kontroll hos tannlege/tannpleier.

Tannkjøttbetennelse(gingivitt)

Gingivitt er navnet på en mild form for periodontitt. Hvis du ikke pusser tennene godt hver da, vil bakteriebelegget(plakket) langs tannkjøttskanten føre til at det utvikler seg gingivitt. Tannkjøttet blir rødt og hovent, det blør lett når du pusser tennene.Blødning er et sikkert tegn på gingivitt.
Hvis plakk for ligge i ro noen dager, kan det forkalkes og bli til tannsten. Tannsten har en ru overflate som trekker nye bakterier. På den måten samler det seg mer plakk som i neste omgang kan forkalkes og danne mer tannsten.

- Tegn og symptomer for tannkjøttbetennelse:
  Blødning,
  Ømhet
  Hevelse
  Munnsår
  Dårlig ånde

sier at vi ikke hadde noen midler å ta av på det tidspunktet.» Men, vi fikk kjøpt bygningen på Frogner ved årsskiftet 1979/80. I august 1980 åpnet Hudoor[ra] Noor Moské der. Vi fikk penger fra jubileumsfondene i de andre landene pluss at vi brukte vårt eget jubileumsfond, og da gikk det. Og for meg føltes det som om det skjedde noe med økonomien vår etter det.

Jeg husker ikke årstallet for når jeg var amir for Norges Jama'at. Jeg var det i flere perioder, og i siste periode ba jeg om å få slutte. Det ble for vanskelig å kombinere med jobb og familie, gammel mor, syk bror og mye jamaat arbeid. Og jeg legger heller ikke skjul på at det var vanskelig med min norske bakgrunn i en jama'at bestående av flest pakistanere.

*Kona forteller om hva han driver med nå for tiden:*Han er interessert i mangt og meget, fra lokalhistorie og sporveishistorie til luftvernkanoner og rakettforsvar, og er aktivt med i foreninger i tilknytning til det. Han samler på frimerker med religiøse motiver, arbeider mye for menigheten, Koranoversettelse, foredrag og så videre, og så videre. Han driver alltid på med noe.

Til slutt vil vi takke Noor sahib og hans flotte kone for tiden de ga oss og for den verdifulle kunnskapen vi fikk fra dere. Måtte Allah velsigne dem begge med et langt og helserikt liv og måtte vår menighet få flere som han, Ameen sum Ameen.

Vi håper leserne har dratt nytte av denne serien og håper at formatet vi valgte å gjøre det i ikke bød på vanskeligheter for dere lesere. Vi ville så gjerne at dere skulle få med dere mest mulig av det han sa og derfor skrev vi alt på denne måten.

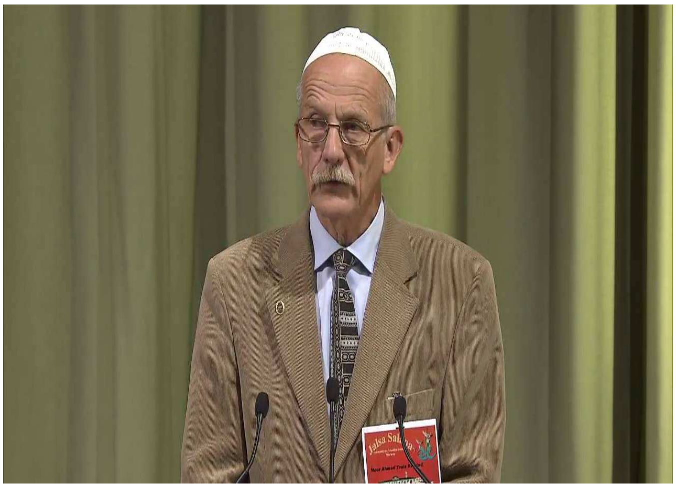

tenke på eksistensielle spørsmål. Og i den alderen suger man til seg masse kunnskap hvis man er interessert i noe.

Vi spurte om han hadde tatt med barna på Jalsa Salana noen gang? Jeg har tatt med barna på jalsa her i Skandinavia, men ikke England. Men der var jeg ikke flink til å dra selv.

Men jeg har vært på jalsa i Rabwah. I likhet med mange andre ahmadimuslimer fra hele verden dro jeg dit i 1974 etter at parlamentet i Pakistan hadde vedtatt å erklære oss som ikke-muslimer. Jeg var 33 år da. Jalsa fant sted i desember. Hudoor kalte oss skandinaver inn i et rom hvor han satt, og jeg husker godt hvor enkle forhold det var, og også hvor kaldt det var i det rommet. Ingen ovn, bare et slags fyrfat med glødende kull i. Og der satt det mennesket som for meg og de andre tilstedeværende var det viktigste mennesket på jorden.

Husker også at jeg fikk kyllingmiddag av kona da jeg kom hjem etter dette, men jeg hadde spist masse kylling i Rabwah så hadde egentlig ønsket meg fiskeboller da. Husker også at Kamal sahib ga meg en kurv fra Lahore som gave til min kone som jeg ga til henne.

Jeg konverterte via brev og kommuniserte med Kamal sahib via brev. Jeg og to andre dannet «Islams ahmadiyya bevegelse i Norge» og møttes en gang i uka da. Husker vi fikk et hefte på svensk «Den islamiskabønen» for å lære oss å be. Flere måneder etter kom Kamal sahib til Oslo og viste oss hvordan man skulle be og da var det litt sånn «Åja! Er det sånn det er» for oss.

Kamal sahib bodde i hybel i Tromsøgaten 19. Han bodde på Haraldsheim ungdomsherberge først, og så fikk han hybelen. Det var viktig for meg fordi de andre forlot menigheten, og jeg trengte noen. Jeg tror ikke han hadde lov til å lage mat i den hybelen, men jeg tror han tenkte at jeg trengte te fordi hver gang jeg kom dro vi to til en kafee i nærheten hvor han bestilte to kopper te; en til meg og en til seg selv. Jeg tenkte etterpå at han sikkert måtte faste i tre dager etterpå pga det han hadde betalt da for menigheten hadde jo lite å rutte med på den tiden. Folk vet ikke nå hvor fattig menigheten var på den tiden. For meg virker det som at det går oppover først på slutten av 70-tallet. For meg har det sammenheng med at vi begynner å samle inn penger til jubileumsfondet. Menigheten ble grunnlagt i 1889, og ville bli 100 år i 1989. Vi begynte å samle inn penger i 79 til jubileet. Den tredje Kalifen (Fred være med ham) besøkte Oslo en gang på 70-tallet og jeg husker da at det var en bolig i Parkveien, rett bak Slottet, som jeg mente vi burde kjøpe. Jeg ba og forklarte han hvor viktig det var. Han hadde sett hvor dårlig vi hadde det, men han avslo kjøpet. Flere år senere sa han til meg; «Dear brother Noor. Jeg vet du sikkert ble skuffet da jeg sa nei, men du må tro meg når jeg

hus, og gifta oss. Dette var fire år senere. Etter at Truls var ferdig ved universitetet dro vi til Finnmark for å jobbe og bodde der i seks år. Til da hadde vi fått vårt første barn, vår datter Linn, og vi fikk Geir etter å ha flytta til Lakselv. Jeg er ikke aktiv religiøs og for meg blir det derfor de mest praktiske tingene som mat og drikke samt å la han jobbe med menigheten. I årene etter at vi flyttet sørover, arbeidet han mye for menigheten, og etter at menigheten fikk kjøpt huset i Frognerveien 53, det huset som senere ble til Noor moské, virket det som han nærmest bodde der. Jeg tenkte alltid at han skulle få lov til å gjøre det han ville, jeg tenkte aldri at jeg skulle omvende han. Han er godt likt i familien vår og han er favorittsvogeren til broren min. De synes alle at han er så enestående som menneske og de setter han veldig høyt fordi han lever som han gjør og pga sitt kunnskapsnivå osv. Vi har alltid klart å balansere oppveksten til barna våre også.

Noor sahib fortsetter om ekteskapet: Jeg var alltid usikker på hvordan det kom til å gå. Men jeg er jo glad i henne og er glad vi ble sammen. Hun konverterte av egen vilje etter at vi hadde vært gift en stund og ble med og besøkte bl.a. Moskeen i København med meg. Ungene har alltid fått lov til å velge selv, men var med oss da de var yngre. Har faktisk et fint bilde av den eldste datteren min med den tredje Kalifen (fred være med ham).

I utgangspunktet ønsker enhver foreldre for barna det som de mener er riktig. Sånn sett skulle jeg ønske at barna mine var muslimer, og jeg håper InshAllah de blir det en dag. Men sånn er det, jeg er ikke sint på dem for at de valgte annerledes, men islam er jo sentralt for meg så jeg håper jo.

Når det gjelder tabligh føler jeg ikke at jeg er flink. Jeg vet bare om en eneste en som har konvertert pga meg, en tyrkisk muslim som ble ahmadi. Det var en spesiell historie. Han bodde her i Oslo på slutten av 60-tallet, og han leste et leserinnlegg som jeg hadde skrevet som motsvar til en islamkritisk artikkel i A-magasinet. Han lette meg opp og fikk tak i min mor i Oslo og møtte meg sommeren samme år (Var i Finmark da han tok kontakt). Han ble også med til åpningen av Moskeen i Pedro Abad i Spania.

Jeg vet også at mange av mine kollegaer og andre mennesker jeg har møtt har fått et annet bilde og mer positivt syn på islam etter å ha møtt meg og hørt på sannheten om islam.

Jeg var 15 år og 8 måneder da jeg konverterte. Noen mennesker er aldri religiøse, og så er det noen mennesker som det skjer noe med, noe dramatisk f.eks., som så begynner å tenke på eksistensielle spørsmål. Det er mange som tenker på sånt i puberteten. Selv om historie og fotball preget livet mitt følte jeg ikke at det var nok. Jeg begynte å

INTERVJU MED NOOR AHMAD TRULS BØLSTAD SAHIB – DEL 2

Annum Saher Islam

Retting fra sist gang: Noor sahib var ikke Norges første muslim. Om dette sier han følgende: «To norske kvinner konverterte i London på 1920-tallet, og to gutter, den ene en nær venn av meg, den andre en nær venn av min venn, konverterte i januar 1957 mens jeg konverterte i måneden etter, i februar 1957».

Nå følger referat av del 2 av intervjuet med Noor sahib og hans kone

Det har ikke vært noe problem å være muslim og kombinere det med lærerjobben. Mens jeg arbeidet i ungdomsskolen, underviste jeg ikke i religion. På den tid var faget det vi kalles konfesjonsbundet, sterkt preget av kristendom, og selv om jeg hadde utdannelse til å undervise i faget, syntes jeg at det ville være upassende å gjøre det, ikke minst fordi mange foreldre ville kunne føle tvil om jeg underviste barna deres på en nøytral og god nok måte. Da jeg begynte i videregående skole, var situasjonen annerledes, for der var faget "Religion og etikk" å betrakte som et rent orienteringsfag på lik linje med for eksempel historie, som jeg for øvrig også underviste i.

Senere ble jeg generalsekretær i en stor fagforening, og heller ikke da var det et problem. Var snarere positivt. Det ble et utgangspunkt for tabligh fordi vi pleide å ha store middager, og jeg drakk jo ikke vinen som ble servert, det gjorde at folk ble nysgjerrige.

Jeg endte etter hvert opp i videregående skole, som sagt. Jeg tror nok at jeg var en ganske god lærer, og der hadde jeg mange ivrige elever i faget religion. Jeg synes det vanskeligste var å undervise i islam fordi jeg var så nøktern for å unngå å virke misjonerende. Jeg fryktet derfor at disse timene kunne bli kjedelig for elevene. Jeg ba elevene forberede timer innen islam og sa til dem at de nå var klare for det etter å ha gått 12 år på skole.

Hans kone sine tanker om livet med en muslimsk mann; Han var nok mer skeptisk enn meg for å inngå ekteskap med meg, men jeg ville gifte meg med han. Jeg tenkte det ville gå bra. Jeg var 17 og et halvt år gammel da vi møttes. Da jeg var ferdig utdanna førskolelærer i Trondheim flytta vi ned til Oslo, fikk

Masih, Mirza Tahir Ahmed[ra], ledet hans ghaebana begravelsesbønn i London 16. april 1999.

Sahibzadah Mirza Ghulam Qadir kommer for all fremtid til å være en av de største martyrene i menighetens historie. Hadrat Khalifatul Masih, den 4., Mirza Tahir Ahmed[ra], gav en detaljert beskrivelse av hele hendelsen som ledet til hans martyrdom i sin fredagspreken 16. april 1999. Hudoor priste hans fremgangsrike forsøk i å forhindre fiendens plan om å innblande menigheten i en alvorlig forbrytelse.

Han resiterte vers 154-158 fra sura Baqarah, kap. 2 i den hellige Koranen, der det står skrevet at martyrer får evig liv i himmelriket. Hudoor nevnte også at hans martyrdom er spesiell på mange måter, blant annet, at han tilhørte Hadrat Masih-e-Mauds[as] familie.

Hudoor uttrykte stor sorg over hans død, men også stor takknemlighet at Gud reddet menigheten fra en så stor konspirasjon gjennom hans martyrdom.

Han ble 37 år gammel.

Han etterlater seg foreldre, kone, fire barn og søsken.

Må den allmektige Gud alltid velsigne ham og beskytte hans nære og kjære fra harme. Amen.

tilbake, tok farvel med sin kone og sin mor, og deretter kjørte til sin gård i nærheten av Rabwah. Mens han pratet med noen ansatte på gården, kom noen fremmede menn bort som ville snakke med ham om produktene fra gården. De pratet litt og dro sammen for å se på en annen gård som tilhørte Mirza Ghulam Qadirs onkel. Vitner sa de så disse mennene kjøre i vei med Sahibzada Mirza Ghulam Qadir i deres bil, mens en av mennene kjørte Mirza Ghulam Qadirs bil.

Da Mirza Ghulam Qadir oppdaget at disse fremmede menn begynte å kjøre mot Chiniot istedenfor å kjøre mot hans onkels gård og hadde med masse våpen og gevær, mistenkte han med en gang at de tilhørte høyreekstremister som hadde all intensjon å dra til Shia muslimers samling som skulle finne sted i Chiniot. De ville drepe mange der, og samtidig 'drepe' Mirza Ghulam Ahmed med all intensjon om å involvere Ahmadiyya muslimer i massakren. Han gjorde alt for å komme seg vekk fra dem. Han innså at hvis de klarte å drepe ham ved shia-samlingen, ville det innebære skjebnesvangre og alvorlige følger for Ahmadiyya menigheten. Han klarte å rømme fra bilen idet de skjøt ham flere ganger.

En forbipasserende så ham ligge på veien etter at hans overfallsmenn hadde forlatt ham der, og tok ham til sykehuset. Sahibzada Mirza Ghulam Qadir Sahib levde lenge nok til å be ansatte ved sykehuset om å ringe og informere hans far om hendelsen. Da hans foreldre og pårørende ankom sykehuset var han allerede død.

Hans forsøk på å forhindre hans kidnapperes planer om å ta ham til Shia-samlingen og gi inntrykk av at han var en selvmordsbomber fra Ahmadiyya menigheten, gir mening til hans død. Det at han var vellykket i sitt forsøk med å forhindre dem i deres grufulle planer gjorde at ingen kunne legge skylden på Ahmadiyya muslimene for Shia massakren. Han reddet menigheten fra en stor katastrofe og konspirasjonen til Lashkar-e-Jhangvi. Han ofret sitt liv for menigheten.

Hadrat Sahibzada Mirza Masroor Ahmed ledet forsamlingen i hans begravelsesbønn. Han ble begravet 15. april 1999 i Behishti Maqbarah. Den fjerde Kalifen, Hadrat Khalifatul

Sahibzadah Mirza Ghulam Qadir Shaheed

Maryam Muslim

(*Ghulam Qadir kom og huset ble fylt med lys og velsignelse. Allah send ham tilbake til meg.*
Ilham Hadrat Masih-e-Maud[as] Al-Hakam, bind 8, Nr. 40 datert 24.november 1904, s. 6)

Mirza Ghulam Qadir ble født 21. januar 1962 i Lahore. Mirza Majeed Ahmad og Sahibzadi Qudsia Begum var hans foreldre. Han var sønnesønnen til Hadrat Mirza Bashir Ahmed[ra] som var Hadrat Masih-e-Mauds[as] andresønn og broren til Hadrat Musleh Maud, Khalifatul Masih Sani[ra]. Fra morens side var han barnebarnet til Hadrat Sahibzadi Amatul Hafeez Begum Sahiba[ra], Hadhat Masih-e-Mauds[as] yngste datter.

Han klarte å fullføre sin grunnskoleutdanning med høyeste karakterer og var i toppen av klassen i pre-ingeniørseksamen på videregående. Han fullførte master i IT og datavitenskap fra George Mason universitetet i USA. Han vendte tilbake til Rabwah,Pakistan for å oppfylle sitt ønske om å tjene Jamaat som waqf-e-zindagi. I Rabwah installerte han datasystem basert på nyeste teknologi i alle kontorer og enheter.

Han var gift med niesen til Hadrat Khaliful Masih, den 4., Mirza Tahir Ahmed[ra].

Foreldrene husket ham som en ærbødig og kjærlig sønn, og han var vel likt blant alle bekjente. Han var en omtenksom mann og far, samt en gledesspreder.

14. april 1999 ble han kidnappet og drept av fundamentalister som tilhørte ekstremistorganisasjonen Lashkar-e-Jhangvi i Pakistan.

Dagen begynte som en vanlig dag i Rabwah hvor Mirza Ghulam Qadir Sahib leverte sine barn til skolen, kom

bønner. Kjære Maryam Siddiqa! Du må takke Gud for at du har fått en mann som er Kalif. Både når det gjelder kunnskap om verden og religion, ingen kan konkurrere ham". Hun videre sier at da hun ble gift var hun bare 17 år gammel derfor hun bodde sammen med foreldrene for en tid. Det var ikke en eneste dag når faren hennes ikke sa til henne at hun må alltid holde religionen framfor verden.

PENN-TJENESTER:

Hadrat choti aap forteller at etter to-tre dager etter bryllupet ga Hadrat Musleh Maud[ra] penn til henne for å skrive en liten notat. Hun skrev både Hudoors åpenbaringer, notater av taler, dikter og skrev svar til brevene til Hudoor. Da Hudoor[ra] var syk jobbet hun som privatsekretær.

NAZIRA OG OVERSETTELSE AV KORAN:

Hadrat choti aapa fikk mulighet til lære bort mye av religionkunnskapen sin. Hun lærte den hellige Koranen til andre. I Rabwah lærte hun bort oversettelse til Koran til alle jenter som kom til henne. Hun ga også Dars-e-Koran i Ramadan.

ANDRE TJENESTER:

Hun var direktør av Jamia Nusrat i Rabwah. Hun har også jobbet i de følgende institusjoner:

Nusrat Industrial School, Fazl-e-Umer School, Maryam Medical School,

Kontor til Lajna. I 1958 ble hun valgt som president av dette stedet.

DØD:

Hun forlot denne verdenen etter en lang periode av sykdom den 3. november 1999. (Inna Lillahi wa Inna Ilaihi Rajiun).

VÅR CHOTI AAPA

Hadrat Syeda Umm-e-Mateen Maryam Siddiqa[ra]

Hira Maud Ayub

Hadrat Syeda Umm-e-Mateen Maryam Siddiqa[ra] sahiba var kona til andre kalif Hadrat Mirza Bashiruddin Mahmood Ahmad[ra].

INTRUDUKSJON:

Hadrat Maryam Siddiqa kona til andre kalif[ra], svigedatter til Hadrat Masih Maud[as] og datter til Hadrat Amma Jaan's store bror Hadrat Doctor Mir Muhammad Ismail. Hun var kjent som ''choti aapa'' og ''Umm-e-Mateen'' i Jama'at-e-Ahmadiyya. Hun ble født 7. oktober 1918.

DEDIKASJON:

Choti aapa forteller at siden hun var første barnet til foreldrene sine, dedikerte faren hennes henne til religionen og Gud.

BRYLLUP:

Hun ble gift den 30 september 1935 med den andre kalifen[ra]. Hadrat Amma jaan forteller at "Jeg hadde tenkt at hvis Gud velsigner broren min med datter skal jeg gifte min sønn med henne." Det var Amma jaan's ønske. Like før bryllupet til choti aapa, ga hennes far en bok til henne med skrevet råd. Han skrev at "Jeg har troen på at Gud hører mine

knyttet til Hadrat Masih Maud[as] i tillegg til at han også kunne ta dette arbeidet for alvor ettersom han også hadde veldig god kontakt med Allah.

Mir Mohammad Ismail sahib[ra] var også en veldig flink poet. Gjennom sitt religiøse liv fikk Mir sahib[ra] også muligheten til å skrive en rekke forskjellige dikt om islamsk kunnskap og oppdragelse. Mir sahibs eldste datter Hadrat Syeda Umme Mateen[ra] forteller « Pappa var meget opptatt av hvordan oppdragelsen til et barn skulle legges opp og var ikke villig til å godta en eneste liten feil i oppdragelsen» Videre forteller hun at Mir Sahib[ra] heller ikke kunne tillate sine barn å uttale ord feil. Dersom noen av barna uttalte noen ord feil pleide han å be dem om å uttale ordet riktig flere ganger slik at de til slutt glemte den uriktige uttalelsen.

Dr. Mir Muhammad Ismail sahib[ra] var mot slutten av sitt liv også veldig opptatt av å møte Allah. Før sin død skrev Mir sahib[ra] en tekst og gav den til Sheikh Ismail sahib. I tillegg ba Mir sahib[ra] ham om å gi den ut etter hans død og skrive inn hans dødsdato. I kort tid før sin død hadde Mir sahib en drøm hvor han blr gjort oppmerksom på ordet *Allah* og fikk beskjed fra Gud om at han vil død i en alder på 86 på en fredag. Drømmen hans gikk i oppfyllelse og han døde på en fredag, 86 år gammel.

Ut ifra hans liv kan flere fastslå at Mir sahib[ra] var en meget høflig, omtenksom og hjelpsom person. I tillegg var han veldig nært knyttet til både Hadrat Masih Maud[as] og Allah. Folk kunne allerede etter sitt første møte med Mir Sahib si at det var umulig å måle den kjærligheten han hadde for Allah.

troverdige og beste kirurgene på den tiden. Flere mennesker pleide å gå store avstander for å få behandling av ham. Mir sahib[ra] brukte sin flerårig utdanning kun for å hjelpe mennesker, og ikke for å kunne tjene penger. Til tross for at han var en av de beste legene i India på den tiden, tjente han ikke så veldig bra. Den eneste grunnen til dette var at han selv ikke jobbet for pengenes skyld, men kun for menneskehetens skyld. Mir sahib[ra] var heller ikke noe særlig glad i å motta penger fra sine pasienter. Derfor pleide flere av hans pasienter å legge penger i jakkelommene hans før de gikk.

I sin karriere som lege fikk Mir sahibs[ra] kusine en datter som døde kun noen få dager etter fødselen. Hun savnet sin datter utrolig mye og sa at dersom dr. Mir Muhammad Ismail sahib[ra] hadde vært tilstedet hadde datteren hennes overlevd. Da Mir Sahib[ra] hørte dette ble han utrolig lei seg for han elsket Allah mer enn alt annet og han var overhodet ikke villig til å bli godtatt som en Gud som kan gi mennesker liv. Han mente at grunnen til at datteren hennes døde var fordi det var Allahs vilje. I tillegg sa han til sin kusine «ditt neste barn kommer til å være en gutt og han vil dø i mine hender». Dette sa han fordi han ønsket å vise sin kusine at den eneste kraften som kan gi og ta liv av mennesker er Allah. Disse ordene gikk i oppfyllelse og Mir sahibs kusine fikk en sønn som døde i Mir sahibs hender en kort periode etter fødselen. I 1936 pensjonerte han seg og flyttet tilbake til Qadian. Selv etter sin pensjon, pleide han å ta i mot pasienter.

Mir Muhammad Ismail sahib[ra] fikk også muligheten til å bidra med stor hjelp for Jama'at Ahmadiyya. Hadrat Masih Maud[as] pleide å nevne ham med stor kjærlighet og fortalte at i 1906 da Sadar Anjuman Ahmadiyya ble stiftet, påførte Hadrat sahib[as] medlemskapet til Mir sahib i denne foreningen, uten hans tilstedeværelse. Grunnen til at Hadrat[as] gjorde dette var fordi han hadde full tro på Mir sahib.

I 1924 utvalgte Ahmadiyya menighetens andre kalif[ra] og Hadrat Masih Maud[as] sin sønn Hadrat Mirza Bashiruddin Mehmood Ahmad sahib[ra] Mir sahib[ra] til leder for Ahmadiyya menigheten i India. Hadrat Mirza Bashiruddin Mehmood Ahmad sahib[ra] mente at Mir sahib var den rette personen til å ta dette ansvaret fordi han var veldig nær

Seerat Mir Muhammad Ismail Sahib[ra]

Manahal Yaqoob

Hadrat Mir Muhammad Ismail Sahib[ra] ble født den18. juli1881 i Delhi i India. Han var sønn av Mir Nasir Nawab Sahib og Sayyad Begum. Noen år etter hans fødsel, flyttet familien til Qadiyan. Han tilbrakte mesteparten av sin barndom og ungdomstid med den utlovede Messias Hadrat Mirza Ghulam Ahmed Qadiyani[as]. Han var veldig nær knyttet til Allah, og helt fra sin barndom verdsatte han bønn på det høyeste. Tahajjut bønnen leste han regelmessig sammen med Hadrat Masih Maud[as].

Mir Muhammad Ismail Sahib[ra] var meget intelligent. I 1990, da han kun var 19 år, lærte han seg en meget velkjent arabisk tale fra Eid-ul-Adha kun på noen få dager, og fikk også muligheten til å lese den utenat foran Hazrat Masih Maud[as]. Samme år, fullførte han sin videregående utdanning, og etter Hadrat Masih Maud[as] og Nusrat Jehan Begum Sahibas ønske og vilje søkte han seg inn på King Edward Medical college Lahore, og kom inn. På grunn av sin intelligens og høflighet, ble flere av hans medelever og lærere en stor fan av ham.

I 1905, før han var ferdig med medisinstudiet, var det kraftig jordskjelv i Kangra i India. Ingen hadde hørt noe av Mir sahib[ra], og flere hadde heller ikke klart å kontakte ham. Dette førte til mistenksomheter og mange trodde at han kanskje ikke hadde klart å overleve jordskjelvet ettersom dødsfallet også var meget enormt. Derfor ba Hazrat Masih Maud[as] utrolig mye til, og hadde en drøm hvor Allah viste ham ordene "assisterende kirurg". Noen dager senere kom det beskjed til Qadiyan om at Mir sahib[ra] hadde overlevd jordskjelvet. Etter ett par måneder, fullførte Mir sahib sin utdanning og fikk jobb som assisterende kirurg. Hadrat Masih Mauds[as] ønske og drøm, begge gikk i oppfyllelse.

Mir Sahib[ra] begynte sin jobbkarriere i Delhi, og to år senere i 1907, fikk han jobb i Mew hospital Lahore. Etter årene som gikk fikk han også muligheten til å hjelpe veldig mange pasienter. Han behandlet sine pasienter med kjærlighet og høflighet, og dette ga ham mye respekt. I 1929, fikk han jobben som sivil kirurg. Han var en av de mest

Hun ga chanda regelmessig og gav dette i det måneden begynte. Hun hadde mye kjærlighet for menigheten og ønsket å utrette mye for dens spredning og fremgang. Hun ønsket at alle hennes sønner skulle vie sine liv i Jamatens veg og bosette seg i ulike land for å kunne hjelpe menigheten med sitt arbeid. Gud oppfylte hennes dua og hun fikk syv sønner, og alle ble waqfe zindagi.

Hazrat Syeda Umme Nasir var veldig heldig for at hun giftet seg mens den utlovede Messias[as] fortsatt levde. Dermed kom hun til huset til den utlovede Messias[as] som hans svigerdatter. Hadrat Syeda Nawab Mubarka Begum Sahiba[ra] har fortalt at den utlovede Messias[as] var veldig glad i sin svigerdatter, og Hadrat Syeda Umme Nasir[ra] var omtenksfull ovenfor den utlovede Messias[as]. Hadrat Syeda Umme Nasir[ra] pleide ofte å lage søt ris (gurr vale chaval) til den utlovede Messias[as]. Hazrat Umme Nasir[ra] eide en skje som den utlovede Messias[as] drakk medisinen sin fra. Hun ønsket at dersom en av hennes sønner ble en lege, ville hun gi ham denne skjeen. Gud oppfylte dette ønsket hennes og en av sønnene, Sahabzada Mirza Munawar Ahmed, utdannet seg som lege. Hazrat Syeda Umme Nasir[ra] fikk dermed gitt skjeen til sin sønn.

Hun oppdrog barna sine på en veldig god måte. I tillegg til å ha sine egne barn, bodde også de tre barna til Hadrat Sara Begum hos henne. Hun oppdrog alle barna på lik linje, og gjorde ingen forskjell mellom dem. Hun tok vare på alle, og også barna hadde mye kjærlighet for sin mor.

Hadrat Umme Nasir[ra] fikk 12 barn; Hadrat Sahabzada Mirza Nasir Ahmed (Hadrat Khalifatul Masih den tredje), Hadrat Sahabzadi Nasra Begum (moren til den femte Kalif[aba]), Hadrat Sahabzada Mirza Mubarik Ahmed, Hadrat Sahabzada Mirza Munawar Ahmed, Hadrat Sahabzadi Amtul Aziz Begum, Hadrat Sahabzadi Amtul Aziz Begum (den første datteren gikk bort, andre datteren ble oppkalt etter henne), Hadrat Sahabzada Mirza Hafiz Ahmed, Hadrat Sahabzada Mirza Hafiz Ahmed (den andre sønnen), Hadrat Sahabzada Mirza Azar Ahmed, Hadrat Sahabzada Mirza Rafik Ahmed. Hun fikk to døtre og 9 sønner.

Hadrat Syeda Umme Nasir[ra] gikk bort 31. juli 1958, og hun er begravet i Rabwah ved siden av Hadrat Amma Djan[ra].

Hadrat Syeda Umme Nasir[ra]

Amna Javaid

Hadrat Syeda Umme Nasir[ra] var moren til Hadrat Khalifatul Masih den tredje, og kona til den andre kalif[ra]. Hun var datter til en *sahabi* ved navn Hadrat Doctor Khalifa Rashiduddin sahib. Hun giftet seg med den andre kalif[ra] i 1902. Hun var sadr lajna fra 192 til 1958.

Hun var en av de fremste med økonomiske ofringer. Dette fremkommer av denne hendelsen. I 1913 hadde ikke Jama'at en god økonomisk situasjon og hadde ikke nok penger til å starte avisen Al-Fazl. Da gav Hadrat Syeda Umme Nasir sine smykker til den andre Kalifen[ra], og ba om å selge dem og bruke pengene til opprettelse av avisen.

Hadrat Syeda Umme Nasir[ra] kunne lese og forstå den hellige Koranen, og hun kunne mye om islam og dens lære. I tillegg lærte hun koranen til mange jenter. I de siste årene mens hun var sadr lajna ble hun veldig syk, men dette hindret henne ikke i å arbeide. Hun fortsatte å arbeide og dedikere sitt liv for jamatens fremgang.

Den andre Kalifen startet et prosjekt og oppfordret jamatens medlemmer til å lage ting på egenhånd. Hadrat Syeda Umme Nasir[ra] lagde en medisin som hun solgte. Det hun tjente på dette salget gav hun til menigheten.

Hadrat Syeda Umme Nasir[ra] var veldig troende, hun ba de fem daglige bønnene på en oppriktig måte og de ble ofte veldig lange og hun var høflig mot alle mennesker hun møtte og møtte dem med kjærlighet. Alle damene pleide å komme til Hadrat Amma Djan[ra] og sitte med henne og snakke, men da Hadrat Amma Djan[ra] gikk bort, samlet alle damene seg hos Hadrat Syeda Umme Nasir[ra] og snakket med henne. Alle pengene hun fikk fra den andre Kalifen[ra] gav hun til menigheten.

Hadrat Syeda Umme Nasir[ra] pleide å be mye, og Gud oppfylte hennes bønner også. En hendelse viser dette. En gang i løpet av sommeren var været varmt og Hadrat Syeda Umme Nasir[ra] ba asr bønnen, og ba til Gud om å gjøre været litt kaldere.

Etter at hun hadde bedt bønnen, begynte det å blåse.

Hvilke lykke var det for denne unge kvinnen å vite at hennes ektemann anså deres ekteskap for å være et av de mest vellykkede han noensinne hadde vært vitne til. Men det er likevel viktig å merke seg at hans kjærlighet til henne var ene og alene basert på hennes trofasthet mot sannheten i budskapet til den utlovede Messias[as], hennes kjærlighet til den hellige Koranen, hennes lidenskap i forhold til utdanning, og trofasthet og lydighet overfor Kalifatet.

Når man har nevnt hennes lidenskap og hengivenhet for utdanning er det naturlig å legge frem hennes innsats for å skape et religiøst miljø for kvinner innad menigheten. Selv var hun en utmerket skribent, poet og utdannet i lyset av den hellige Koranens lære og *Ahadith*. Hun hadde åpnet en skole i sitt eget hjem der hun underviste andre kvinner i islam og dens lære. For å organisere og administrere dette arbeidet opplyste hun den andre kalifen[ra] med en ide om å etablere en egen organisasjon for kvinner. Målet ville selvfølgelig være å utdanne kvinner og styrke deres selvstendighet med hensyn på deres åndelige og religiøse kunnskap. I 1922 ble Lajna Imaillah etablert. Dette var kun starten på hennes innsats med å inkludere kvinner i menighetens fremgang og arbeid. Enkle tiltak som vi Ahmadi kvinner tar for gitt i dag er et resultat av hennes forslag om å opprette et eget program for kvinner under Jalsa Salana, slik at de også kunne holde taler og opplyse hverandre om religionens filosofi. Jalsa Salana 1917 var det første året samtidens kalif henvendte seg og holdt tale for kvinnene under Jalsa.

Syeda Amtul Hay[ra] fikk tre barn; to døtre og en sønn. Hennes kjærlighet og bekymring for deres oppdragelse var like spesiell som resten av hennes personlighet. Hun likte å høre dem memorere vers skrevet av den utlovede Messias[as] og gledet seg over deres stadig økende kunnskapsnivå. Hun var nøye med å holde øye med deres fem daglige bønner. Som en husholderske var hun også opptatt av å respektere de kvinnelige tjenerne i husstanden. Tjenernes religiøse liv og bønner var prioritert over deres husarbeid.

Etter fødselen til sitt yngste barn ble hun rammet av sykdom. Under denne perioden var den andre kalifen[ra] i Storbritannia for å delta i en religiøs konferanse. Han hadde allerede blitt opplyst om sin hustrus sykdom og etterfølgende bortgang i sine drømmer. Da han kom hjem igjen tilbrakte han mye av tiden med å stelle sin syke hustru. Mens Amtul Hay sahiba[ra] lå i sykesengen var bønner de eneste ordene som forlot hennes lepper. Bønnene var fylt med takknemmelighet overfor sin Skaper, og velsignelse for hele menigheten.

"Å Gud, jeg har ofret alt for Deg. La meg hvile i ditt kjærlige favn. Jeg er intet."

Den 10. desember, 1924, gikk Amtul Hay sahiba bort til sin Herre og Skaper. Hennes ektemann viste ikke unødvendig sorg over hennes bortgang, ettersom han mente at hun var en trofast og heldig troende som hadde mottatt bønner fra hele menigheten. Det som likevel tynget han var at hans prosjekt med å videreutdanne kvinner stagnerte etter hennes bortgang. Han mente at det var menneskets handlinger og innsats som holdt det i livet selv etter dets bortgang. Han holdt liv i sin Amtul Hay da han uttalte at*"det er ingen bønn, der jeg ikke ber for Amtul Hay."*

HADRAT AMTUL HAY[RA]

Andleeb Anwar

En nasjons suksess ligger i hendene på mødrene som skal oppdra fremtidige generasjoner. Disse kvinnene er sannelig velsignet og en velsignelse for en nasjon. Deres innsats og ofringer bevares i handlingene til deres avkom slik at de lever videre selv lenge etter sin bortgang. Vår menighet er intet unntak hva angår slike kvinner. De har strevet og vært utholdne, og dermed skjenket suksess til menigheten slik at den har florert og blomstret. De har etterlatt seg et eksempel som sørger for at vi ennå ber for dem når vi drar nytte av fruktene fra deres strev.

Blant disse kvinnene er det et spesielt navn som skiller seg ut. Syeda Amtul Hay sahiba[ra] levde et kort liv, men hennes arbeid lever selv den dag i dag. Hun gikk bort i en alder av 23 år, men hun etterlot seg en innsats som få har kunne utrettet selv i løpet av et helt liv. Hun var datter av den første kalifen[ra] og hustruen til den andre kalifen[ra]. Hun ble født i 1901 og helt fra fødselen mottok hun den oppdragelsen som krevdes for at hun skulle vokse opp til å bli en intellektuell og gudhengiven pike. Selv i en alder av fem år var hennes visdomsord fylt med kjærlighet til Islam og dens lære.

> *"Allah er En. Allah er Fullkommen. Allah er Nåderik og Barmhjertig. Han er vår Herre. Vi burde lese den hellige Koranen og følge dens lære. Man skal ikke stjele. Man skal aldri be om noe fra noen utenom Allah. Man skal ikke være grådig. Man skal ta hensyn til de fattige og sørge for deres beste. [...] Søsken skal ikke krangle."*

Da hennes far gikk bort i 1914 var hun kun tretten år gammel. Til tross for å ha mistet sin far var hennes bekymringer av et annet natur. Hun skrev et brev til den nye kalifen for å videreføre en beskjed fra sin avdøde far. Han hadde ønsket at arbeidet for å undervise kvinner i Koranens lære skulle fortsette. Dette var kun innledningen av hennes lidenskap for kvinners utdanning og oppdragelse.

Den 31. mai, 1914 ble en innvielsesseremoni av det enkleste og beskjedne slag avholdt mellom Syeda Amtul Hay sahiba[ra] og Hazrat Mirza Bashir-ud-Din Mehmood Ahmad[ra]. Dette ekteskapets simple start gjenspeilt seg i hennes væremåte. Hun var enkel av natur, fortrakk å kle seg i hvite klær og på hodet bar hun et hvitt skjerf som en oppfordring fra sin far. Forholdet mellom Amtul Hay[ra] og hennes ektemann var av åndelig karakter. Kjærligheten deres var hinsides det verdslige.

> *"Den hellige Profeten[saw] sa en gang at noen sjeler er knyttet til hverandre, det vil si at noen mennesker har et spesielt forhold, og jeg mener oppriktig at mitt forhold til Amtul Hay er av den typen. Min sjel er knyttet til hennes."*

Begum[ra], i henhold til Guds befaling, den 17.februar 1908. Nikah seremonien ble ledet av Hadhrat Maulvi Noorudin sahib[ra].

Hadhrat Nawab Muhammad Ali Khan sahib[ra] var 27 år eldre enn sin 3.hustru Nawab Mubarka Begum sahiba[ra]. Han sa alltid at jeg ser på henne som en velsignelse fra Gud, noe jeg ikke kan takke Ham nok for. Muhammad Ali Khan sahib[ra] tok godt vare på henne, viste henne enormt respekt, kjærlighet og godhet. Noe han verdsatte og likte ved sin hustru var hennes evne til å skrive fremragende dikt om Guds kjærlighet. Nawab Muhammad Ali Khan sahib[ra] var veldig tålmodig og forklarte ting utdypende, framfor å påpeke noe på en negativ måte.

Hadhrat Nawab Muhammmad Ali Khan sahib[ra] brukte mye av sin formue på gode formål. Han grunnla bl.a. en skole og finansierte dette selv. Han tok vare på de fattige og trengende, og formante også sine slektinger og barn om å gjøre det samme. Han viste alltid andre godhet. Ali Khan sahib var en man å se opp til, han var alltid munter og glad – alltid med et smil om munnen. Han var aldri bekymret eller stresset, og satte sin lit til den Allmektige.

Han var en veldig ydmyk person. Ved tid for bønn ville han sette seg bakerst i rommet, like ved skoene, og først når den utlovede Messias[as] ba han om å komme, satte han seg foran. Han arbeidet for menigheten med enormt iver, og var fremragende i sitt arbeid på alle mulige måter og nivåer. Ali Khan sahib[ra] var en som aldri klaget, baksnakket eller satt og hørte på når andre baksnakket. På grunn av dette var det ingen andre som gjorde det heller ved hans nærvær, og dermed klarte han å påvirke andre positivt.

Den 14. november 1901 dro Nawab Muhammad Ali Khan sahib[ra] til Qadian. På denne reisen skrev han en dagbok, hvor han bl.a. skriver:

"Fremme ved Batala kl.11.00 og drar videre til Qadian. Jeg ønsker at dette steget er noe jeg alltid kan bevare..."

Ali Khan sahib[ra] tok godt vare på yngre og de eldre. Hvis det var noe han mente var riktig å gjøre, fullførte han dette med stort engasjement.

Han viste godhet, respekt og kjærlighet til sin hustru. Han hadde også enormt respekt og kjærlighet overfor Gud, Koranen, den ærverdige profeten Mohammad[saw] og ikke minst den utlovede Messias[as].

Den 10. februar 1945 gikk han bort, i en alder av 75 år.

Måtte vi også lære av de unike egenskapene til Hadhrat Nawab Muhammad Ali Khan sahib[ra], Amen.

HADRAT NAWAB MUHAMMAD ALI KHAN SAHIB[ra]

Ateeqa Ahmed og Shahista Yilmaz

Hadrat Nawab Muhammad Ali Khan sahib[ra] ble født 1.januar 1870. Hans far het Nawab Ghulam Muhammad Khan sahib og med sin fjerde hustru, Nawab Begum sahiba bint Sardar Khan sahib, fikk de denne unike sønnen.

Hadrat Nawab Muhammad Ali Khan sahib[ra] fra Malirkotala, vokste opp i et åndelig beriket miljø. Allerede som ung gutt var han sterkt i mot alt som var forbundet med *Shirk.*

Da faren til Ali Khan sahib gikk bort, var han 7,5 år gammel. Dette førte til at han følte tomhet og den økonomiske stabiliteten han hadde pga faren, ble borte. Til tross for dette prøvde han å passe på sine brødre, og holde øye med hva slags venner de hadde.

Læreren til Ali Khan sahib, som var sønn av Maulvi Syed Goll sahib, berettet om den Utlovede Messias[as]. Dette gjorde Ali Khan sahib nysgjerrig og i 1889 begynte han å skrive brev til Den utlovede Messias[as]. De utvekslet brev i nesten et år, til Ali Khan sahib besluttet å dra til Qadian i 1890. Her fikk han møtt den utlovede Messias[as]. Dette førte til at han studerte og satte seg inn i Ahmadiyya menighets budskap og den 19.november 1890 konverterte han.

Ali Khan sahib[ra] sluttet med diverse ritualer og tradisjoner som han hadde vokst opp med i slekten sin. Flertallet av slekten var shia – muslimer. Ali Khan sahib hadde alltid vært opptatt av å reflektere, samt studere og fundere over ting, og etter å ha konvertert fortsatte han med dette. Med årene ble han kjent for å være banebrytende i slekten; familien kunne si at man bør gjøre det samme som Muhammad Ali Khan sahib gjør, og noen familiemedlemmer begynte å se opp til ham. Da hans egen nevø skulle gifte seg, besluttet familien å holde et enkelt bryllup slik at Muhammad Ali Khan sahib også ville komme.

Etter å ha konvertert begynte Muhammad Ali Khan sahib[ra] å forkynne islams sanne budskap til alle rundt seg. Han gjorde også tabligh blant sine søsken. Han gav bidrag innenfor tabligh arbeidet, og hadde en særegen metodikk innen tabligh arbeidet; han forkynte islams lære med absolutt sannhet, oppriktighet og skrev alltid brev til Hudoor[as] om at han måtte lykkes i tabligh arbeidet.

Som følge av dette, konverterte hans søster Fatima Begum, som var 4 år eldre enn ham. I tillegg var det en annen slektning som også konverterte. Hans tante og hennes adoptivdatter konverterte også. Nawab Muhammad Ali Khan sahibs kusine, Aisha, konverterte også.

Hadhrat Nawab Muhammad Ali Khan sahib[ra] er kanskje bedre kjent blant vår generasjon, som svigersønnen til den utlovede Messias[as]. Han giftet seg nemlig med Hadhrat Nawab Mubarka

«Det er ikke i Allahs vilje å gi en ydmykende og vanærende død for den som vender seg ydmykt foran Ham. Den som vender seg til ham blir aldri bortkastet. Planene til den som etablerer et sannferdig og godt forhold til ham blir aldri frustrert. Den som oppriktig vender seg til Ham lider aldri noen motgang og finner en vei ut av hver vanskelighet. Den som etablerer, bare et ørlite forhold til Allah blir aldri bortkastet. Derfor må vi være oppmerksomme på at dette er de dagene som Gud har gitt oss å få til en ren endring i oss selv og søke aksept for våre bønner».

Hudoor[aba] sa: Ramadan måneden trekker ikke bare vår oppmerksomhet til tilbedelsen av den allmektige Gud, men også til oppfyllelsen av våre forpliktelser overfor samfunnet. En troende bør derfor prøve å oppfylle disse rettighetene i løpet av disse dagene. Ifølge en tradisjon, ble Den hellige Profeten (Måtte Allahs fred og velsignelser være med ham) så sjenerøs under Ramadan, at hans gavmildhet kunne sammenlignes med en veldig sterk vind.

Hudoor[aba] sa: Den tilbedelsen som blir utført av en rettferdig person og en tjener av den nådige Gud gjør ham ikke bare i stand til å oppfylle rettighetene til Allah, men trekker også hans oppmerksomhet mot å oppfylle rettighetene til menn. Han som ikke oppfyller begge typer rettigheter er ikke en sann troende; han er heller blant dem som er arrogant og brautende. Gud forventer derfor alle troende til å vise en slik høy moral. Faktisk oppfyllelse av disse rettighetene gjør ens tilbedelse verdig aksept. Blant disse rettighetene er rettighetene til ens foreldre, slektninger, de foreldreløse, de trengende, naboer, venner, veifarende og for tilsynet av dem man er ansvarlig for.

Hudoor[aba] illustrerte detaljer om disse rettighetene som viser hvordan de kan bli oppfylt og sa: Jama'at bør alltid huske viktigheten av disse rettighetene, i og med at dette sprer kjærlighet og harmoni i samfunnet. Gud selv går nærmere og ønsker å skjenke Hans velsignelser over dem som i løpet av disse dagene oppfyller kravene i hans tilbedelse og oppfyller rettighetene til Hans skaperverk.

Den utlovede Messias[as] sa :

«Hvis du vil at Gud skal være fornøyd med deg i himmelen , vær mot hverandre som om dere er to Brødre fra samme livmor. Vær snill mot dine underordnede , dine hustruer og dine nødstilte brødre , slik at du blir behandlet med godhet i himmelen».

Kilde: (Hameedullah) Wakila'la, TahrikJadidAnjumanAhmadiyya Pakistan. (Faks datert:1 juli 2015)

SAMMENDRAG AV

FREDAGSPREKEN

Holdt den 26. Juni 2015 av Hadrat Kalifatul Masih V[aba], Baitul Futuh Moské London, Stor Britannia

Oversatt av: Sabiha Rahman

Hudoor[aba] resiterte et utdrag gitt av den utlovede Messias[as] hvor han sa:

«Vår Jama'at må ikke begrense seg til bare ord og diskurser, i og med at dette ikke er den egentlige hensikten. Det som trengs er rensing av en selv og reformasjon av praksis som jo er tingene Gud har utpekt meg for. Å holde seg til troen, praktisere Allahs bud, reformasjon av en selv og holde det indre enda renere, bør være målet med livet vårt».

Hudoor[aba] sa: For å oppfylle forpliktelsene i *Bai'at* (eden vi har avlagt), bør en ahmadi alltid ha Allahs bud i sikte og praktisere disse. For å dra nytte av den spesielle åndelige atmosfæren i Ramadan måneden, bør vi reflektere over i hvilken grad vi handler etter Allahs bud og i hvilken grad vi implementerer dem som en viktig del av våre liv.

Den hellige Koranen sier at tjenere av den nådige Gud er de som går på denne jord på en verdig måte og forkaster arroganse. En trofast tjener av den nådige Gud, må derfor være oppmerksom på at han adopterer den nødvendige ydmykhet og mildhet, samt renser av seg arroganse. Gud har gitt disse dager av Ramadan til oss, slik at vi kan reformere oss selv. Derfor bør vi spre fred og harmoni i vårt samfunn, våre hjem og omgivelser ved å sette en stopper for disharmoni og uorden. Vi bør vedta ydmykhet i en slik grad at ingen ser seg selv som bedre enn andre i det hele tatt. Profeten[saw] sa at ingen araber er overlegen en ikke-araber og ingen ikke-Araber er overlegen en araber. Sann overlegenhet ligger i *Taqwa* (Gudfryktighet).

Den utlovede Messias[as] sa: Forkast arroganse, for arroganse er ekstremt foraktelig i Allahs øyne, herlighetens Herre. Pass på at du ikke tar del i arroganse på noen måte slik at du ikke blir ruinert, og slik at du kan oppnå frelse sammen med dine barn og koner. Prøv å elske Allah i best mulig grad man kan elske noen i verden og frykt Ham til best mulig grad man kan frykte noen i verden. Frykt Herren! Ha et rent hjertet og vær ren av intensjon og vedta ydmykhet og beskjedenhet, slik at du blir behandlet med barmhjertighet.

Hudoor[aba] siterte den utlovede Messias[as] sitt ordtak:

Utdrag fra Roohani Khazain

Åpenbaringer

Når Gud den Allmektige har til hensikt å opplyse Sine tjenere om det ukjente, enten han gjør det som svar på Sin tjeners bønn eller av Seg selv, bringer Han en slags bevisstløshet over ham, og plutselig mister han kontakt med omgivelsene. I den standen mister han fullstendig viten til og med om sin egen eksistens. Som en dykker som senker seg ned til bunnen av et bassend, er han fullstendig nedsenket og omsluttet av den tilstanden av uselviskhet, uoppmerksomhet og ubevissthet. Når han til slutt bryter overflaten som en dykker som han til en stor grad deler sin opplevelse med, og er kommet fra den tilstanden av uselviskhet, blir han oppmerksom på en gjenlyd inne i seg. Som den gjenlyden viskes bort, blir han oppmerksom på en tilstand av ytterst behagelig, velbalansert og utsøkt kommunikasjon inne i seg. Og denn eopplevelsen er så underlig og guddommelig at det er utenfor ens evner å beskrive den med ord. Det er denne opplevelsen som åpenbarer for en eksistensen av en flytende elv av indre visdom. Det er gjennom denne opplevelsen av nær-ubevissthet at en Guds tjener mottar svar fra Gud på alle sine bønner i en ytterst utsøkt og behagelig tone. Så som svar på hvilket som helst spørsmål som tar form i den tilstand av halv-ubevissthet, gir Gud ham slik inngående kunnskap som det er umulig for mennesker å oppdage på andre måter. Dette i seg selv resulterer i at han får større tro på Gud og en bedre forståelse av Hans vidunderlige veier. Menneskets ydmyke bønner og Guds svar på dem gjennom manifestasjon av at Han er det sanne mål for tilbedelse er en opplevelse som gjør mennesket i stand til å skue Gud som om man så Ham i denne verden; slik begynner han å tilhøre begge verdener samtidig.

(Roohani Khazain bind 1 s. 260-262, fotnote: Braheen-e-Ahmadiyya)

I en annen form for åpenbaring, som ikke har noe å gjøre med den subjektive opplevelsen til hjertet, hører man enstemme ut av intet om noen talte bak et forheng. Denne stemmen er veldig behagelig og glad og går i et forholdvis raskt tempo og fyller ens hjerte med ekstase. et menneskes sinn kan ha vært oppholdt med dype tanker når denne stemmen plutselig høres. etter å ha hørt denne stemmen blir det etterlatt undrende over hvor den kommer fra og hvem det var som talte til det. Så ser det seg rundt som en som er overrasket, og så begynner det å forstå at stemmen kom fra en engel. Denne ytre stemmen høres ofte og bringer gode budskap i tider når noen har vært bekymret og tynget av sorg over et problem.

(Roohani khazain bind 1 s. 287, Fotnote Braheen-e-Ahmadiyya)

Hadith

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ.

(صحيح البخاري، كتاب الزكاة)

Oversettelse:

Hadrat Hakim bim Hizam[ra] forteller at den hellige Profeten[saw] sa: "Den øverste hånden er bedre enn den nedre; og begynn med dine pårørende, og den beste veldedighet er gjort av overskuddet, og den som ønsker å avstå fra å spørre vil bli skjermet av Allah, og den som søker selvforsyning vil bli gjort selvforsynt av Allah

(Sahih Bukhari bind. 3, Kitab ul Zakat, Hadith nr. 1427, s.50. Oversatt av engelsk oversettelse from 'The Gardens of the Righteous', Hadith nr. 298, s.70)

Forklaring: *Øverste hånd (den som gir)*

Nedre hånd (den som mottar)

islamicvector.com

I Allahs navn den mest Nåderike, den evig Barmhjertige

SURA AL-FURQAN

Vers 64-65

64. Og den Nåderikes (sanne) tjenere er de som vandrer i ydmykhet på jorden, og når noen uvitende taler til dem, sier de: Salam (Fred)

وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى
الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ
قَالُوا سَلَامًا ﴿٦٤﴾

65. Og de som bruker natten for å lovprise sin Herre, både stående og ved å kaste seg ned (for Ham)

وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ﴿٦٥﴾

بسم الله الرحمن الرحيم

I Allahs navn den mest Nåderike, den evig Barmhjertige

Juli - September 2015

Innholdsfortegnelse

Utdrag fra den hellige Koranen 3

Hadith 4

Skrifter Av Den Utlovede Messias[as] 5

Fredagspreken 6

Hadrat Nawab Muhammad Ali Khan Sahib[ra] 8

Hadrat Amtul Hay[ra] 10

Hadrat Syeda Umme Nasir[ra] 12

Seerat Mir Muhammad Ismail Sahib[ra] 14

Hadrat Syeda Umm-E-Mateen Maryam Siddiqa[ra] 17

Sahibzadah Mirza Ghulam Qadir Shaheed 19

Intervju Med Noor Ahmad Truls Bølstad Sahib – Del 2 22

Barneside 29

Havrebomber 31

Nasjonal Amir: Zartasht Munir Ahmad Khan

Leder LadjnaImaillah: Syeda Bushra Khalid

Redaktør urdu del: Mansoora Naseer
Redaktør norsk del: Mehrin Hayat, Andleeb Anwar

Kontaktinformasjon:

Adresse:
Bait-un-Nasr moske,
Søren Bulls vei 1, 1051 Oslo
E-mail: zainab_ishaat@yahoo.com

Tlf.: 22325859
Fax: 22437817

Juli August September
2015

LAJNA IMAILLAH

ZAINAB

NORGE